قال اللہ تعالیٰ

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

"اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیں وہ قبول کیا کرو اور جس سے وہ روکیں اس سے رُک جایا کرو"

سُورَۃ الحشر ۷

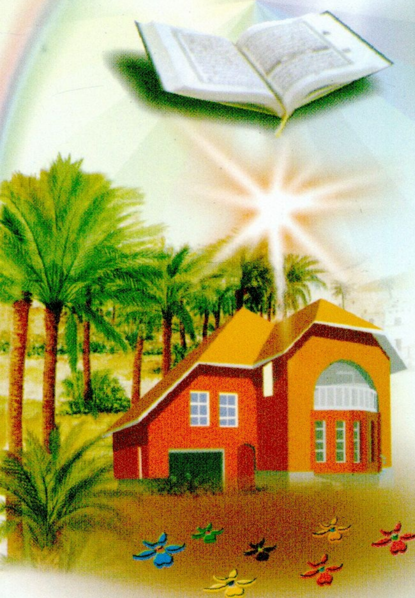

عورت اور گھر میں دعوتِ دین

اُمّ عبدِ مُنیب

مشربہ علم و حکمت
0321-4609092
ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

عورت اور گھر
میں دعوتِ دین

اُمِّ عبدِ منیب

0321-4609092
مشربہ علم وحکمت (دار الشکر)
ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان

جمیع الحقوق محفوظۃ

* * *

نام کتاب ________ عورت اور گھر میں دعوتِ دین

اہتمام ________ محمد عبد منیب

ناشر ________ مشربہ علم وحکمت

اشاعت اول ________ محرم ۱۴۲۹ھ

اشاعت دوم ________ ذی العقدہ ۱۴۲۹ھ

اشاعت سوم ________ صفر ۱۴۳۱ھ

قیمت ________ [redacted]:00

* * *

ناشر: ☜ مشربہ علم وحکمت (دارالشکر)
ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0321-4609092 0300-4270553

ڈسٹری بیوٹر: ☜ دارالکتب السلفیہ
(4 شیش محل روڈ لاہور۔ پاکستان 54000) Ph:092-042-7237184

فہرست مضامین

خواتین اور گھر میں دعوت دین 10

دعوت دین میں خواتین کی اہمیت 13

گھر ایک ادارہ 19

گھر میں موجود افراد 23

شوہر 24

باایمان شوہر 25

صرف نماز روزے والا شوہر 28

دین سے بے گانہ شوہر 30

بچوں میں دعوت دین 45

بچے کی ایمانی تربیت 54

اخلاقی تربیت 58

سچائی 58

دیانت داری 60

تربیت زبان 61

نفسیاتی تربیت 65

خجل 67

خوف 68

احساسِ برتری 69

احساسِ کمتری 70

معاشرتی تربیت 70

جسمانی تربیت 71

صنفی تربیت 73

دعوتِ دین کے لئے بچے کی تربیت 78

گھر کے دیگر افراد میں دعوتِ دین 81

ملازمین 65

گھر کی سلطنت میں عورت کی دیگر اہم ذمہ داریاں 87

مرد کا احترام اور اطاعت 88

باہمی محبت 88

گھر کا ساز وسامان 89

بچوں کے کھلونے 90

غذا 91

صفائی اور سلیقہ 92

لائبریری 93

افراد کا حلیہ اور لباس 94

تقریبات 98

غیر اسلامی تقریبات 99

سماجی تقریبات 100

آخری بات 101

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخن وضاحت

گھر انسانی تہذیب کی بنیادی اکائی ہے جس کی بنیاد سب سے پہلے جوڑے "آدم و حوا" نے رکھی۔ نامعلوم یہ گھر پتھر سے بنایا گیا تھا یا گارے سے...... چمڑے کا خیمہ تھا یا ٹاٹ کا...... کسی پہاڑ کو تراش کر بنایا گیا تھا یا کسی مضبوط درخت کے تنے کو کھوکھلا کر کے...... لکڑی کے تختے جوڑ کر بنایا گیا تھا یا صرف سرکنڈوں کی جھونپڑی تھی۔ حتمی اور یقینی بات کوئی نہیں کہہ سکتا۔ گو آج کے مورخین ابتدائی انسان کو پتھر کے زمانے سے منسوب کرتے ہیں لیکن دین حق کی تاریخ کا اندازِ بیان بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سب سے پہلے انسانی جوڑے کو زمین پر بسانے کے لیے بھیجا تو اس نے اسے اس تمام تہذیب وتمدن اور مذہبی اساسیات کے زیور سے آراستہ کر کے بھیجا جو ایک نو آباد...... نوعمر...... اور اجنبی ملک میں داخل ہونے والے شخص کے لیے ضروری ہیں۔

قرآن حکیم خود بتاتا ہے:۔

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [البقرہ:۳۸]

ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ، جب کبھی تمہارے پاس میری

ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف و غم نہیں ''۔

یہ تو تھا اہتمامِ ہدایت اور اہتمامِ ہدایت کا نظامِ ربانی۔ ہمارا ایمان ہے کہ جس آدم و حوا کو جنت جیسے گہوارۂ امن و تہذیب میں سکونت عطا کی گئی تھی اس میں اسے اعلیٰ انسانی صفات، اخلاق اور عادات و معمولات کی تربیت بھی یقیناً کسبی یا وہبی طور پر دی گئی ہوگی۔

قرآن حکیم ہی کا اندازِ بیان بتاتا ہے کہ آدم و حوا لباس پہننے کے ڈھنگ اور اس کی اہمیت سے جنت میں بھی واقف تھے اور اس زمین پر بھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ [الاعراف: ٢٦]

'' اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری قابلِ ستر جگہ کو بھی چھپاتا ہے اور زینت بھی ہے اور تقوے کا لباس! یہ بہتر ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں''۔

جس اللہ تعالیٰ نے آدم میں روح پھونکتے ہی اسے ملائکہ کی جماعت کو آدابِ ملاقات سکھاتے ہوئے السلام علیکم کہنے کی ہدایت کی۔ اس نے یقیناً اس کرۂ ارضی پر بھیجتے ہوئے انہیں ، بہت کچھ سکھا اور سمجھا دیا ہوگا۔ تعلیم الاسماء بذات خود ایک اسا

علم تھا جس کے سامنے ملائکہ بھی بے بس ہو گئے۔

سرِ دست ہمارا موضوع یہ ثابت کرنا نہیں کہ انسانی زندگی کے آغاز میں انسان مہذب تھا یا وحشی؟ متمدن یا غیر متمدن؟ اس کی سکونت کے لیے گھر کیسا تھا؟ وہ گھر جیسا بھی تھا اس کے دو رکن اعظم ضرور تھے جن کا باہم رشتہ زوج اور زوجہ کا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے متعلم رسولِ اوّل ...... آدم علیہ السلام نے افرادِ خانہ کی ذمہ داریوں کا تعین بھی کیا ہوگا۔ عقل یہی کہتی ہے اور تاریخ بھی یہی ثبوت مہیا کرتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق خاتون گھر میں رہ کر اپنے بچوں کی تربیت کرتی ہوگی اور مرد ان کی کفالت کا اہتمام۔

کسی بھی قبیلے، ملک یا شہر کی تاریخ کے ورق کھنگالیے، معلوم ہوگا کہ گھر اور خواتین ہمیشہ لازم وملزوم رہے ہیں اسی لیے عربی زبان میں عورت کو ربۃ البیت کہا جاتا ہے اور پنجابی میں ''گھر والی'' بھی یہی عورت ہے۔

اسلام کی آخری حتمی اور مکمل تعلیم قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گھر عورت کا دائرۂ عمل ہے اور بیرونی دنیا مرد کی کارگاہ۔

گھر کی زیب وزینت اور تہذیب وتہذیب عورت کی مرہون ہے اور شہری نظامِ سیاست مرد کے زیرِ تدبیر۔

جیسے جیسے گھر کے افراد میں بچوں کی صورت اضافہ ہوتا گیا۔ جنس اناث (لڑکیاں) ''گھروالی'' کی معاون بنتی گئیں۔ اور جنس ذکور (لڑکے) مرد کا دست و بازو۔ وقت گزرتا گیا، تہذیب وتمدن میں ترقی ہوتی گئی۔ افراد کے اضافہ کے ساتھ ساتھ ضروریات بھی بڑھتی گئیں اور پھر ایک گھر سے محلّہ ...... محلّہ سے گاؤں ...... گاؤں سے شہر آباد ہوتے گئے۔ شہروں نے ملکوں کی داغ بیل ڈالی۔ ضروریات اور انتظامات بڑھے تو ذمہ داریاں بھی بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ دورِ حاضر میں ان کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو چکا ہے۔

دورِ حاضر کمپیوٹر کا دور ہے ...... زمین سمٹ چکی ہے ...... وسائل کے خزانے ابل آئے ہیں ...... ستاروں پر کمندیں ڈالی جارہی ہیں ...... شعاعوں کی تسخیر سے ہر چیز کی آواز اور شکل کو محفوظ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بے آواز گیسوں کے ذریعے نوعِ انسانی کو ہلاک کرنے والے آلات بن چکے ہیں۔ ترقی کے نام پر بے حیائی پھیلانے والے افکار اور آلات زبردستی گھروں میں گھستے چلے آرہے ہیں۔ ان حالات میں خواتین کی گھریلو ذمہ داریاں بھی کئی گنا بڑھ چکی ہیں۔

ان ذمہ داریوں سے ایک مسلمان خاتون کیسے عہدہ برآ ہو؟ یہ ان خواتین کے لیے ایک اہم سوال ہے جو اسلام کی حلقہ بگوش ہیں اور دینِ قیم کی حقانیت کی دل وجان سے قائل ہیں۔

زیرِ نظر سطور میں اسی سوال کا جواب مہیا کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے جسے محترم محمد مسعود عبدہٗ نے تحریر کیا لیکن اس کی حسبِ منشا نوک پلک درست کرنے کی زندگی نے مہلت نہ دی۔ چنانچہ اس میں ضروری اضافہ و ترمیم اور نظرِ ثانی کی توفیق ربِ قدیر نے اس احقرہ کو دی۔ اللہ تعالیٰ اسے مصنف کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

اُمِّ عبدِ منیب

۱۴۲۷ھ

خواتین اور گھر میں دعوتِ دین

گھر وہ مرکز ہے جہاں نسلِ انسانی اپنی پیدائش کے پہلے مرحلے سے لے کر مکمل شباب کے پہنچنے تک تربیتِ جسم اور تربیتِ فکر حاصل کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گھر میں ہر بچے کے ماں اور باپ کو جسمانی اور فکری تربیت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور انہی دو کو گھر میں رکنِ اعظم کی حیثیت حاصل ہے۔ یہی اس ادارے کے سربراہ اور ناظم ہیں۔ انہی دو کے کندھوں پر دیگر اہل خانہ کی مسئولیت کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔ چونکہ جسمانی اور فکری تربیت ہی کارگاہِ حیات میں عمل کرنے کے لیے ...... انسان کو تیار کرتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ فرد کی فوز وفلاح کو اہمیت دی جائے۔ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزا! ...... دارالعمل میں جیسا عمل کیا جائے گا دارالجزا میں ویسا ہی ثمر ملے گا۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہے کہ اگر اس دارالعمل میں دی گئی مہلتِ عمل کو ہم نے اسلامی ہدایت کی روشنی میں اختیار نہ کیا تو انجام رسوائی اور عذابِ الیم ہوگا اور اگر اسلامی ہدایات کے مطابق فکر وعمل کو پابند کر دیا تو انجام کامرانی، مسرت اور انعام پر منتج ہوگا۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ دارالجزاء میں جو کچھ حصے آئے گا وہ ختم ہونے والا نہیں چاہے وہ فردوس کے باغات ہوں۔ یا اللہ نہ کرے جہنم کے گڑھے۔

انسان کو اس دنیا میں شیطان مقصدِ زندگی یعنی عبادت سے غافل کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی ضروری ہے کہ غفلت سے ہوشیار رہنے، اس سے بچنے اور نکلنے کی تدابیر اور کوشش میں ایک لمحہ بھی تساہل نہ برتا جائے اسی کوشش کا نام دعوتِ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ [التحریم ٦]

"اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں جس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں، اللہ ان کو جو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں"۔

دعوت و تربیت کے امامِ مکرم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راعی اور رعایا سے متعلق مندرجہ ذیل ارشاد بھی ذہن میں رہے جسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے:

كلكم راعٍ ومسئول عن رعيته والامير راعٍ والرجل راعٍ

اهل بيته والمراة راعية على بيت زوجها وولده فكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته. [صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب المراة راعية في بيت زوجها، رقم الحديث: ١٨٤]

”تم میں سے ہر ایک شخص ذمہ دار ہے اور اپنی رعیت کا جواب دہ ہے۔ امیر اپنی رعیت کا جواب دہ ہے۔ آدمی اپنے گھر والوں پر ذمہ دار (نگران) ہے، عورت اپنے خاوند اور اس کی اولاد پر نگران ہے، غرض تم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی پر ذمہ دار بنایا گیا ہے اور وہ اپنی رعیت کا جواب دہ ہے“۔

اس حدیث میں مذکورہ ذمہ داری اپنے عموم میں زندگی کے تمام شعبہ جات پر مشتمل ہے۔ مرد کی ذمہ داری صرف مادی وسائل کے فراہم کرنے تک محدود نہیں اور نہ ہی عورت کا فریضہ گھریلو کام کرنے، صفائی کرنے اور کھانا وغیرہ تیار کرنے تک محدود ہے بلکہ مرد اور عورت دونوں اپنا اپنا دائرہ کار الگ الگ ہونے کے باوجود اجتماعی طور پر ایمانی اور معاشرتی تربیت کے ذمہ دار ہیں۔

دعوتِ دین میں خواتین کی اہمیت

قرآن و حدیث کی مندرجہ بالا دونوں نصوص والدین کو اولاد کی انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی تربیت دینی خطوط پر کرنے کی تاکید کرتی ہیں۔ نیز ان دونوں نصوص میں مسلمان عورت کی ذمہ داری اور دائرہِ کار کو مرد کے مقابلے میں مستقل (یعنی ہر حال اور ہر لمحہ میں) حیثیت دی گئی ہے۔

بلاشبہ الذین آمنوا کے الفاظ مرد اور عورت دونوں کو مخاطب کرتے ہیں لیکن مندرجہ بالا حدیث میں عورت کی ذمہ داری کا خصوصی ذکر بھی شامل ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی نسبت عورت کے کندھوں پر اہل خانہ کی تربیت کا بوجھ ہمہ وقت ہوتا ہے۔ جب کہ مرد معاشی دوڑ دھوپ کی وجہ سے کچھ وقت اس سے ہٹ کر بھی گزارتا ہے۔ مذکورہ الفاظ پر ایک بار پھر غور کیجیے۔

والمرأة راعية علی اهل بيتِ زوجها وولده وهی مسئولة.

[بخاری و مسلم]

”اور عورت اپنے خاوند کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی راعیہ ہے (اس لیے) وہ ان کے بارے میں سوال کی جائے گی“۔

عورت کی تربیت گاہ میں مختلف قسم کے افراد ہوتے ہیں۔ مثلاً

☆ ......اس کے اپنے بچے۔

☆ ......اس کے خاوند کی کسی اور بیوی کے بچے بھی بعض اوقات اس کی زیر تربیت ہوتے ہیں۔

☆ ......کسی دیگر رشتہ دار کے بچے بھی بعض اوقات اس کے اہل خانہ میں شامل ہوتے ہیں۔

☆ ......کئی بڑی عمر کے افراد بھی اس گھر میں موجود ہوتے ہیں جن کو دعوتِ دین دینا عورت کی ذمہ داری ہے۔

☆ ......باپ کی نسبت ماں پر بیٹیوں کی تربیت کی ذمہ داری زیادہ عائد ہوتی ہے۔

☆ ......رشتہ دار، احباب اور پڑوس کا بھی آنا جانا رہتا ہے۔

اگر ہم عائلی ذمہ داریوں کے لحاظ سے مرد و عورت کا جائزہ لیں تو عورت کی ذمہ داری کی اہمیت و وسعت مرد کی نسبت زیادہ نظر آتی ہے۔ مثلاً

☆ ......عورت حاملہ ہوتی ہے۔

☆ ......بچے کو دودھ پلاتی ہے۔

☆ ......بچے کی پرورش و نگہداشت کرتی ہے۔

☆...... بچے کے شعوری عمر کو پہنچنے تک اس کی تمام ضروریات ماں ہی سے وابستہ ہوتی ہیں۔

☆......بعض اوقات خاوند روزی کی فراہمی کے سلسلہ میں پردیس میں سرگرداں رہتا ہے، اس طرح وہ اولاد کی تربیت کی ذمہ داریوں سے وقتی طور پر کسی حد تک آزاد ہو جاتا ہے، جب کہ خاوند گھر میں ہو یا باہر عورت کی ذمہ داریاں برقرار رہتی ہیں۔

☆......خاوند کی وفات کے بعد ماں ہی بچوں کی تربیت کرتی ہے۔

نسل انسانی کی انہی عظیم ذمہ داریوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو گھروں میں رہنے کا پابند کیا ہے، حکم ہے:

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ.

[الاحزاب: ۳۳]

''اور اپنے گھروں میں قرار پکڑے رہو، پہلے دورِ جاہلیت کی طرح اپنی زیب و زینت کی نمائش نہ کرتی پھرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو''۔

اللہ تعالیٰ کا مذکورہ بالا فرمان عورت پر یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ وہ گھر میں

ٹک کر بیٹھی رہے۔ اسے ہی اپنا مرکز و مستقر سمجھے، صرف ضرورت کے تحت باہر نکلے۔ اپنے گھر کی چار دیواری میں رہ کر اقامت صلوۃ اور ادائے زکوۃ کا فریضہ ادا کرتی رہے۔ جاہلیت اولیٰ جیسی حرکات اور سج دھج نہ دکھاتی پھرے۔ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا دائرہ کار اور دعوتِ عمل کا میدان چار دیواری ہے اور اس سے اس کی باز پرس بھی ہوگی۔ جیسا کہ حدیث بالا کے تحت گزر چکا ہے۔

اگر عورت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، چار دیواری میں ٹکے رہنے، اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کے ساتھ افرادِ خانہ کی دینی تربیت پر توجہ مرکوز رکھے تو ان شاء اللہ یہ عمل اسے دنیا و آخرت میں سرخرو کرے گا۔ اسے اور اس کی اولاد کو جہنم کی آگ سے بچانے کا موجب ہوگا۔

دورِ حاضر میں چونکہ غیر اسلامی افکار و نظریات ہر طرف سے مسلمانوں پر یلغار کر رہے ہیں۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کو فرسودہ کہہ کر اسے پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ مسلسل اسلامی اقدار و روایات کے خلاف پروپیگنڈا میں مشغول ہیں۔ ایسے میں ایک مسلمان عورت کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے اور وہ اس سے تقاضا کرتی ہے کہ گھر کے محاذ پر وہ ایمان اور پختہ عمل کے ساتھ ڈٹی رہے

اور ہر بیرونی تہذیب اور غیر اسلامی رسم ورواج کو اصطلاحی روایات و اقدار کے ہتھیار سے پسپا کرتی رہے۔ عورت کی یہی وہ حیثیت عظمیٰ ہے جس کے بارے ڈاکٹر محمد اقبال نے کہا ہے۔

شرف میں بڑھ کر ثریا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں

بچی کی تربیت اور مربی کی ذمہ داری

مسلمان عورت مربی اور خاتونِ خانہ کے مقام پر پیدائش اور بچپن کے بعد پہنچتی ہے لہذا ایک مسلمان بچی کی تربیت میں مربی کو چاہئے کہ وہ اسے اس عظیم ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے مندرجہ ذیل اوصاف سے متصف کرے۔

☆......اس کے دل ودماغ کی آبیاری بچپن ہی سے علومِ شرعیہ کے ساتھ کرے۔

☆......اسے شرم وحیا کا عادی بنائے اور ان تمام محرکات سے دور رکھے جو عورت سے اس کا فطری حسن (حیا) چھین لیتے ہیں (اس کے لیے دیکھیے کتابچہ: حیا اور کنواری لڑکیاں)

☆......علم کو دوسروں تک منتقل کرنے اور دوسروں کو دعوتِ دین کی صلاحیتوں کو سنوارنے اور نکھارنے کی کوشش کرے۔

☆......دعوتِ دین کی راہ میں پہنچنے والی اذیتوں، رکاوٹوں اور مشکلوں پر صبر وتحمل کی خو پیدا کی جائے۔

☆......وہ عظیم خواتین جنہوں نے قرونِ اولیٰ میں اسلام کے لیے علمی، فکری

اور دعوتی کام کیا یا مجاہد، متقی، عالم، محدث، فقیہ، سائنس دان، مورخ یا کسی دوسرے شرعی و علمی شعبے میں مہارت حاصل کرنے والے رجالِ عظام کی مائیں بنیں، ان کی سیرت مسلمان بچی کو بچپن ہی سے ذہن نشین کرائی جائے۔

☆...... اسے قرآن و سنت سے پیش آمدہ مسائل کا استنباط کرنے اور دعوت دینے کے احسن طریقے، فراست و ذہانت کے استعمال کا عادی بنائیں، اسے تبلیغ دین کے لیے یہ قرآنی اصول ذہن نشین کرائیں:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [یوسف: ۱۰۸]

”کہہ دیجیے! میرا راستہ یہی ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی اس راہ کو پوری روشنی میں دیکھ رہا ہوں اور میرے پیروکار بھی، اللہ پاک ہے اور مشرکوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں“۔

گھر ایک ادارہ

انسانی تمدن میں گھر ایک ایسی اکائی ہے جو بذاتِ خود ایک ادارہ ہے۔ یہ ایک موقر اور مؤثر ادارہ ہے جو پورے انسانی معاشرے کے خدوخال کی بنیاد ہے، اس ادارے میں افراد کی تربیت جس نہج پر ہوگی معاشرہ ویسا ہی بنے گا۔

اسلام نے اس ادارے کی اہمیت کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ اس کے لیے تفصیلی ہدایات بھی دیں۔ اگر ہم انبیاء کی مقدس سیرت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کے اعلان توحید...... لا الہ الا اللہ کا نقطۂ آغاز اپنے گھر کی چاردیواری ہی تھی۔ اس کے بعد یہ چاردیواری سے نکل کر قرب و جوار کی فضاؤں سے ٹکرایا اور آنِ واحد میں کفر و شرک سے اٹے ہوئے معاشرے میں ہلچل پیدا کر دی۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا آغاز بھی گھر ہی سے ہوا اور آپ ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے کا اعزاز بھی ایک خاتون ہی کے حصے میں آیا اور اس خاتون (خدیجہ طاہرہؓ) نے دعوتِ دین کو اس محبت، اخلاص اور استقامت کے ساتھ سینے سے لگایا کہ اپنی تمام پونجی دینِ حق کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کر دی۔

حاصل یہ کہ دین کے دوسرے تمام مواقع اور وسائل کی نسبت ...... گھر میں دعوتِ دین کا کام اپنے طریق کار اور افادیت کی وجہ سے ممتاز ہے۔

گھریلو سطح پر دعوتِ دین کے لیے جس بلند کردار، فراست، افرادِ خانہ سے محبت و ہمدردی اور جس تحمل و ایثار کی ضرورت ہوتی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت میں بدرجہ اتم ودیعت کیا ہے۔

گھر میں ہمہ وقت ایک مسلمان خاتون داعیِ دین کا فریضہ ادا کر رہی ہوتی ہے۔ چاہے وہ بچے کو کھلا، پلا، بہلا رہی ہو...... شوہر سے مصروفِ گفتگو ہو...... کھانا پکانے یا گھر کی صفائی میں مشغول ہو...... گھر میں کوئی تقریب ہو یا میزبانی کا فریضہ ادا کر رہی ہو...... وہ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو یا بچوں کی محفل میں......

گھر میں دعوتِ دین کو مندرجہ ذیل عوامل کی بنا پر انفرادی خصوصیات حاصل ہیں:

☆ ...... گھر میں موجود افراد میں باہم حسب و نسب کا رشتہ ہونے کی وجہ سے باہمی محبت، اخوت اور ہم دردی موجود ہوتی ہے لہٰذا دعوت میں اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

☆ ...... افرادِ خانہ ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہوتے ہیں اس لیے ان کے مزاج کو سامنے رکھ کر فراست و حکمت سے دین کی دعوت پہنچائی جا سکتی

ہے۔

☆...... چونکہ زیادہ تر وقت اکٹھے گزرتا ہے اس لیے انفرادی و اجتماعی معاملات میں ہم آہنگی کی فضا موجود ہوتی ہے۔

☆......ایک فرد کی محبت اور اس کا وجود دوسرے فرد کے لیے اس کی ضرورت ہوتا ہے، اس لیے ایک دوسرے کا احترام ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔

☆......زبانی دعوت ہو یا عملی ......نظری ہو یا فکری...... ہر طریق دعوت کے لیے مواقع موجود ہوتے ہیں۔

☆...... مختصر یا طویل وقفے کے بعد چھوٹے چھوٹے گھونٹ کی صورت ارشاداتِ ربانی کی تعلیم دی جاسکتی ہے۔

☆...... چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، باہمی ہنسی مذاق کرتے ہوئے دعوتِ دین کی بات مخاطب کے گوش گزار کی جاسکتی ہے۔

☆......گھر کا ادارہ خود ایک نظم کا پابند ہوتا ہے، اس نظم کو بڑی آسانی سے اسلام کے حسن سے آراستہ کیا جاسکتا ہے۔

☆...... چونکہ عورت گھر کی کارپرداز اور تقریباً تمام گھریلو امور میں خودمختار حیثیت کی مالک ہوتی ہے۔ اس لیے دعوتِ دین کا گھر میں کام کرنا اور نظم کو دینی احکام کا پابند کرنا آسان ہوتا ہے۔

گھر میں موجود افراد:

گھروں میں عموماً تین قسم کے افراد ہوتے ہیں:

☆......شوہر

☆......رشتے یا عمر میں بڑے افراد جو خاتونِ خانہ کے ماں باپ کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً ساس، سسر، اپنے والدین، دادا دادی، نانا نانی، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہ شوہر کے ہوں یا خود عورت کے اپنے۔

☆......بچے چاہے وہ شوہر کی اپنی بیوی سے ہوں یا کسی دیگر بہن بھائی اور کسی رشتہ دار کے بچے یا عورت کے اپنے بچے یا کوئی اور بے سہارا بچہ۔

علاوہ ازیں گھر میں وقتاً فوقتاً آنے والے مہمان یا ہمسائے بھی اس وقت تک عورت کے دائرۂ دعوت میں ہوتے ہیں جب تک وہ اس گھر میں ٹھہریں۔

یاد رہے کہ عورت کو دعوتِ دین کے سلسلے میں ان میں سے ہر قسم کے افراد کے ساتھ الگ الگ انداز اختیار کرنا پڑتا ہے۔

شوہر

بیوی کے ساتھ رویے کے لحاظ سے شوہر مجموعی طور پر تین خصوصیات کے مالک ہوتے ہیں:

☆ دین سے محبت کرنے والے، اسے اہمیت دینے والے، اسے اپنا مقصدِ حیات سمجھنے والے۔ ایسے شوہر گھر میں دعوتِ دین کے معاملے میں تعاون کرتے ہیں، زیادہ دل چسپی نہ بھی لیں تو مجموعی طور پر اس کے دعوتِ دین کے کام کو سراہتے ہیں۔

☆......دوسرے وہ شوہر جن کا دین سے خود تو کوئی خاص لگاؤ نہیں ہوتا بس نماز روزے کی حد تک ہی مسلمان ہوتے ہیں لیکن انہوں نے بیوی کو یہ اختیار دے رکھا ہوتا ہے کہ وہ گھر کا نظام و ضبط اور بچوں کی تربیت جس انداز سے چاہے کرے۔

☆......بعض شوہر نہ خود دین پسند ہوتے ہیں۔ نہ یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی بیوی ملانی بن کر اسلام سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتی پھرے۔

اب ہم باری باری مختلف عادات ونظریات کے حامل شوہروں کا دعوتِ دین

اور بیوی سے تعاون کے رویے پر بحث کریں گے۔

باایمان شوہر:

اگر شوہر اسلامی تعلیم سے بہرہ مند ہے، ایمان و عمل کی لذت سے آشنا ہے، اپنے اندر فکر آخرت کی حرارت رکھتا ہے تو یہ خاتونِ خانہ کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ایک ایسے مضبوط، ہمدرد اور معاون شریکِ زندگی کا ساتھ حاصل ہے جو دعوتِ دین میں اس کی بھرپور معاونت اور حوصلہ افزائی کرے گا۔

اس صورت میں شوہر اور بیوی دونوں ہر کام اور ہر مسئلہ پر تبادلہ خیالات اور باہمی سوچ بچار سے اس کا ٹھوس اور بہتر حل تلاش کرتے ہیں۔ چونکہ شوہر اور بیوی کے رشتے میں کسی جھجک، تامل یا طبیعت کے کسی بھی پہلو سے ایک دوسرے کو عدم واقفیت نہیں ہوتی، اس لیے گھر میں دعوتِ دین کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

یوں سمجھیے! کہ گھر ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس میں شوہر کو امیر یا صدر کی حیثیت حاصل ہے اور بیوی اس کی نائب، مشیر اور وزیر ہے۔ گھر کی اس ریاست میں دعوتِ دین اور نفاذِ اسلام کے حوالے سے ان پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جو ایک سربراہِ مملکت پر عائد ہوتی ہیں۔

اگر شوہر یا بیوی میں دین سے وابستگی اور عملی لحاظ سے کچھ خامیاں بھی ہوں تو ان سے بہتر ان کو جاننے اور دور کرنے کی صلاحیت کسی اور رشتے میں اس قدر نہیں

ہوتی جتنی میاں یا بیوی میں ہوتی ہے۔ لہٰذا دونوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی اصلاح کی کوشش نیک نیتی سے کریں۔

گھر کو ایمانی فضا سے آراستہ کرنے کے لیے میاں بیوی دونوں مل کر بہت سے اقدامات کر سکتے ہیں۔ مثلاً

☆...... ایک ایسا نظام الاوقات مرتب کرنا جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

☆...... ترجیحات کا تعین کرنا، یعنی بچے کتنے ہیں؟ کسی کو کیسی اور کتنی توجہ درکار ہے؟ گھر کے دوسرے افراد کے لیے کیا کرنا ہے؟ گھر میں اگر کوئی فرد بیمار، معذور یا عمر رسیدہ ہے تو اس کی دیکھ بھال اور دل جوئی کے لیے کون، کس وقت، کیا کرے گا؟ وغیرہ۔

☆...... کسب حلال کا اہتمام کرنا، اپنے ذرائع آمدنی پر گہری نظر رکھنا تاکہ غیر محسوس طریقے سے بھی حرام کی کوئی پائی گھر تک نہ پہنچنے پائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

لایدخل الجنة لحم ودم نبتا علی سحت النار اولیٰ به.

[سنن ترمذی۔ ابن حبان، عن کعب بن عجرہ]

”وہ گوشت اور خون دونوں جنت میں نہیں جائیں گے جو حرام سے پروان

پائے، ان کا واقعی ٹھکانا دوزخ ہے''۔

☆ ...... دعاؤں کا ہر موقع پر اہتمام کرنا۔ اگر اتنی بلند آواز سے ہو کہ قریب کھڑا شخص سن لے تو یہ اس لیے بہتر ہے کہ جسے دعا کے الفاظ یاد نہیں اسے بھی یاد ہو جائیں گے۔ جسے پڑھنا یاد نہیں رہا اسے سن کر یاد آ جائے گا اور وہ بھی دعا پڑھ لے گا۔

☆ ...... گھر کے بزرگ افراد کے لیے احترام اور خدمت کا رویہ اپنانا، ان کے سکون، آرام اور دلچسپیوں کا خیال رکھنا۔

☆ ...... اگر کوئی الجھن درپیش ہو تو سر جوڑ کر اس کا مثبت اور ممکن حل تلاش کرنا۔

☆ ...... اپنے بزرگوں کو شریک مشورہ رکھنا۔

☆ ...... گھر کی اشیائے استعمال یا اخراجات میں اسراف اور تبذیر سے دور رہنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پسند نہیں کیا۔ اسراف کے بارے فرمایا:

﴿وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

''کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، بے شک اسراف (فضول خرچی) کرنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں''۔ [الاعراف: ۳۱]

اسراف سے مراد ہے جہاں جتنی ضرورت تھی اس سے زیادہ خرچ کر دینا۔

تبذیر کا مطلب ہے ممنوعہ امور پر خرچ کرنا۔ اس کے بارے فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

"بے شک بے موقع خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں"۔

☆ ......دورِ حاضر کی خرابات وخرافات سے اپنی چار دیواری کو پاک وصاف رکھنا۔

☆ ......اسلامی کتب کے مطالعے کے لیے کچھ وقت نکالنا۔

☆ ......دور رہنے والے اقربا سے بذریعہ، خط، فون اور بالمشافہ ملاقات کا اہتمام کرنا۔ ان کی خوشی وغمی میں ان کا ساتھ دینا۔

صرف نماز روزے والا شوہر:

بعض شوہر دین سے صرف نماز روزے کی حد تک ہی منسلک ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام تو صرف کما کر لانا ہے۔ رہے گھریلو معاملات، بچے، رشتہ داریاں، مذہبی وسماجی روایات تو یہ بیوی کا سردرد ہے، وہ جیسے چاہے کرے، جیسے چاہے چلائے اور نبھائے۔ بعض ایسے مرد بھی ہوتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی حد تک جو چاہیں کریں، بیوی ان کے کاموں میں دخل نہ دے اور بیوی جو چاہے کرے، میں اس کے کام میں دخل نہیں دوں گا۔

شوہر کا یہ رویہ اپنی ذمہ داریوں سے فرار کے مترادف ہے۔ بحیثیت ایک

مسلمان وہ بھی اللہ کے ہاں اسی طرح جواب دہ ہے جس طرح اس کی بیوی جواب دہ ہے۔

ایسے مردوں کو اگر بااخلاق، سمجھ دار اور سلیقہ شعار بیوی مل جائے تو وہ دنیا اور دین دونوں حوالے سے مرد کی خیر خواہی کرتی اور اس کا بھلا سوچتی ہے۔ گھر کو پر سکون رکھتی اور اسے جنت کا نمونہ بناتی ہے۔ بچوں کی تربیت اور دیگر افراد کے حقوق خوش اسلوبی سے ادا کرتی ہے۔ یوں شوہر کا بھرم اور عزت قائم رہتی ہے۔ اگر اللہ نہ کرے بیوی بھی لاپرواہ، دین سے بے گانہ، بدسلیقہ اور ناسمجھ ہو تو پھر گھر کا اللہ ہی حافظ ہے۔

خیر! اس وقت ہمارے سامنے وہ خاتون ہے جو اللہ کی ایک بندی ہونے کی حیثیت سے اللہ کے حقوق کی پہچان سے بہرہ مند ہے اور بحیثیت ایک بیوی کے وہ اپنے شوہر کا مقام اور مرتبہ بھی جانتی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اسلام اس پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔

ایسی صورت میں عورت کو گھر میں دینی فضا ہموار کرنے یا قائم رکھنے میں ذاتی کوششوں کو بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ اگر کسی موقع پر وہ سست پڑ جائے تو کوئی ایسا ساتھی نہیں ہوتا جو اس کے جذبات کو حرارت پہنچائے۔ البتہ اگر گھر کے دیگر افراد میں سے کوئی اور بھی اس کا ہم خیال ہو یا سبھی ہم خیال ہوں تو پھر شوہر کی کمی کچھ کم

محسوس ہوتی ہے لیکن شوہر کا دین کے بارے لا اُبالی رویہ اس کے دل میں ہر وقت ایک خلش بن کر چبھتا رہتا ہے، وہ چاہتی ہے کہ یہ اللہ کا بندہ بھی بحیثیت مسلمان اپنی ذمہ داریاں پہچانے۔ گھر کے امور میں دلچسپی لے یا نہ لے، دینی معاملات میں تو سنجیدگی کا مظاہرہ کرے۔

دین سے بے گانہ شوہر:

بعض شوہر دین سے صرف عملی طور پر ہی نہیں فکری طور پر بھی اس قدر باغی ہوتے ہیں کہ ایک باایمان بیوی کے لیے اسلامی اقدار پر کاربند رہنا ایک مشکل ترین گھاٹی بن جاتا ہے۔ دور حاضر میں مسلمانوں کو فکری اور نظریاتی طور پر دین سے بیزار کرنے کی مہم اس قدر منظّم اور شاطرانہ طریقے سے چلائی جا رہی ہے کہ بہ قول لارڈ میکالے "اگر مسلمان عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں"۔

ذرائع ابلاغ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں یا غیر مسلموں کے ہاتھ میں...... ان کا غالب حصہ اسلام کے خلاف نفرت پھیلانے میں مصروف ہے۔ خود ہمارا ملکی تعلیمی نظام جو بچے کی سیرت گری اور نظریات کی صورت گری میں اہم کردار ادا کرتا ہے وہ بھی بچے کو مسلمان کم اور ہندو، یہودی، عیسائی زیادہ بناتا ہے۔ بچہ جوان ہو کر جس شعبے میں قدم رکھتا ہے ان میں سے بھی اکثر اسلام بیزار قوتوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوتے ہیں۔ ایسے میں مردوں کی اکثریت اسلام سے بغاوت پر

آمادہ نظر آتی ہے۔

اگر مرد ہم خیال نہ ہو تو بیوی کے لیے دعوتِ دین کا کام کٹھن ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے اس شخص کی حمایت ہی حاصل نہیں، جس کے تحت اس نے گھر کی فضا کو دین سے ہم آہنگ بنانا ہے۔ اگر کسی دنیوی معاملے میں اتفاقِ رائے نہ ہو سکے تو اس پر جو الجھنیں اور پریشانیاں سر اٹھاتی ہیں ان کا سلجھانا ہی بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور اگر معاملہ دین کا ہو تو مشکل در مشکل ہے۔ لمحہ لمحہ دونوں کو جذباتی شکست و ریخت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں تو کسی آدمی کا ایمان ہی مشکوک ہو جاتا ہے۔ مثلاً

☆......نماز نہ پڑھنا

☆......زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنا

☆......حج اور قربانی کو فرض نہ سمجھنا

☆......سنتِ رسول صلی اللہ کو شریعت کو حصہ نہ سمجھنا

☆......پیروں، فقیروں اور آستانوں کی طرف اپنی مشکلات کے حل کے لیے رجوع کرنا۔

دور حاضر کے مردوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی اسلام سے مداہنت یا دین بیزاری کی کئی اقسام ہیں: مثلاً

- ☆ ......شوہر صاحب صرف نام کی حد تک مسلمان رہنا پسند کرتے ہیں۔
- ☆ ......نماز روزے کو ہی پورا اسلام سمجھتے ہیں۔
- ☆ ......بیوی بچیوں کو پردہ کرانے کے حق میں نہیں۔
- ☆ ......سود اور بنک کی ملازمت میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے۔
- ☆ ......بچوں کو غیر ساتر اور مغربی لباس پہنانا چاہتے ہیں۔
- ☆ ......گھر میں تصاویر، ٹی وی، کیبل، ڈش وغیرہ رکھنے پر اصرار کرتے ہیں۔
- ☆ ......بیوی کو اپنے دوستوں کی محافل میں لے جانا چاہتے ہیں۔
- ☆ ......زبان اور الفاظ کو اسلامی آداب کا پابند نہیں رکھتے۔
- ☆ ......فضول خرچی سے کام لیتے ہیں۔
- ☆ ......زکوٰۃ اور صدقے سے ہاتھ کھینچتے ہیں۔
- ☆ ......سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا مسلمان ہونے کے لیے ضروری نہیں سمجھتے۔
- ☆ ......قرآن خوانی، نعت خوانی یا چالیسویں وغیرہ ہی کو فلاحِ دارین کا حامل سمجھتے ہیں۔
- ☆ ......آخرت کا انکار کرتے یا کائنات کے بغیر خالق کے عدم سے وجود

میں آنے پر یقین رکھتے ہیں۔

☆ ...... تمام مذاہب کو سچا سمجھتے ہیں اور جس مذہب کی جو بات جی چاہے اپنا لینے کو درست سمجھتے ہیں۔

☆ ...... سگریٹ، تمبا کو، شراب وغیرہ کو حرام نہیں سمجھتے۔

مندرجہ بالا قسم کا اسلام اس وقت ہمارے معاشرے میں ...... اصل اسلام کے بجائے عام ہے۔ ممکن ہے کسی شوہر میں ان میں سے بعض صفات موجود ہوں یا صرف ایک دو صفت ہی موجود ہو۔ بہر صورت بیوی کے لیے اسے دین کی طرف مائل کرنا مشکل کام ہے۔

سرِ دست یہ تو ممکن نہیں کہ ہر صورت کا الگ الگ تجزیہ کیا جائے اور اور اس کا حل سمجھایا جائے لیکن مجموعی طور پر اگر ایک مسلمان بیوی مندرجہ ذیل امور کو سامنے رکھے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بہتر نتائج سے مسرور کرے گا۔ ان شاء اللہ!

☆ ...... جو کام اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیئے ہیں ان میں سستی کبھی نہ کریں، چاہے شوہر کا مزاج کتنا ہی کشیدہ کیوں نہ ہو۔ مثلاً نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، نامحرموں سے پردہ کرنا، حرام کمائی سے بچنا، بننے سنورنے کے لیے بھنوؤں اور چہرے کے بال اکھاڑنے سے بچنا۔

بعض عورتیں اطاعتِ شوہر کہہ کر ...... یا ''گھر کی فضا خراب ہوتی ہے'' کا

عذر پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیے گئے امور سے بھی دست کش ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ عذر کوئی عذر نہیں۔ جس اللہ تعالیٰ نے شوہر کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے اپنی اطاعت اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب قرار دی ہے ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

’’اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان حاکموں کی بھی جو تم میں سے ہوں پھر اگر کسی بات پر تمہارے درمیان جھگڑا پیدا ہو جائے تو اس معاملے کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو‘‘۔ [النساء: ۵۹]

معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لازمی ہے، اس کے بعد امیر کی اطاعت ہے۔ عورت کے لیے اس کا شوہر امیر ہے۔ لہٰذا شوہر کی اطاعت تیسرے درجے پر ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاطاعة في معصية الله انما الطاعة في المعروف.

[مسلم كتاب الامارة، باب وجوب طاعة الامراء فى غير معصية وتحريمها فى المعصية]

"اللہ کی نافرمانی کرنا کسی کی اطاعت میں (رہ کر) نہیں، اطاعت تو صرف نیک کام میں ہے"۔

معلوم ہوا کہ نیک کاموں میں کسی مخلوق (شوہر، والدین، امیر، حاکم، نگران، ولی) کی اطاعت کی جائے گی لیکن جب وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرنا حرام ہے۔

جو کام سنت کے درجے پر ہیں یا مستحب اور نوافل ہیں، ان میں بادلِ ناخواستہ کچھ کمی بھی آجائے تو برداشت کرلیں لیکن اس روش کو اپنی عادت کا حصہ نہ بنائیں بلکہ جیسے ہی موقع ملے شوہر کو پتا چلے بغیر یا پتا چل جانے کے باوجود اس پر عمل کریں۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر آدمی کا اسلام ایسے ہی ہے جیسے انسان بغیر روح کے۔

☆...... مرد ناراض ہو یا کتنا ہی بگڑے۔ اپنے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا نہ کریں۔ تحمل اور صبر اسی کا نام ہے۔

☆...... ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ شوہر سے بات کریں اور شگفتہ انداز میں احترام کے ساتھ بات کریں۔

☆...... ہمت ہارنا، داعی دین کا شیوہ نہیں لہٰذا کسی بھی مرحلے پر اپنے اوپر

مایوسی کومت طاری کریں۔

✮...... جب کسی ایسے کام کے غلط نتائج سامنے آجائیں جس کا وقوع کسی شرعی حکم کو ترک کرنے کے سبب ہوا تو اس کے برے نتائج پر اظہارِ تاسف کرتے ہوئے آخر میں اسلام کا حوالہ بھی دیجیے کہ اسلام نے انہی بدترین اور مہلک نتائج سے بچنے کے لیے فلاں حکم دیا ہے۔ مثلاً کوئی لڑکی اکیلی گھر سے نکلی تو اسے قتل کر دیا گیا یا اُسے غنڈوں نے گھیر لیا۔ اس خبر کو پڑھنے یا سننے کے بعد اکثر تبصرہ تو یہی ہوتا ہے کہ جان و مال محفوظ نہیں، آوارہ گردوں، بدمعاشوں اور غنڈوں کا راج ہے، حکومت اپنا فرض ادا نہیں کرتی۔ پولیس مجرموں کے ساتھ خود بھی شامل ہے لہٰذا وہ مال، آبرو اور جان کی حفاظت کیسے کرے۔

لیکن ایک باایمان خاتون اپنے شوہر کے سامنے یہ حقیقت پسند تبصرہ بھی کر سکتی ہے کہ اسلام نے اسی لیے تنہا جوان لڑکیوں اور عورتوں کی گھر سے باہر نکلنے کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ ایسے غلیظ اور جفا پرور ماحول میں انہیں اکیلے بے پردہ باہر نکلنے کی اجازت دینا دینی احکام کی روشنی میں سخت غلطی ہے۔ مرد پر غضِ بصر اور عورت پر غضِ بصر کے ساتھ پردے کے احکام سنگین نتائج سے بچنے ہی کے لیے دیے گئے ہیں۔

✮...... شوہر کو خوش کرنے کے لیے جن امور کو انجام دینے میں کسی دینی

فریضے پر زد نہیں پڑتی۔ ان کا اہتمام کرنے کی کوشش کریں مثلاً شوہر کی پسند کا کھانا پکانا اور اسے پیش کرنا...... شوہر کی پسند کے کپڑے اور زیور پہننا...... اس کی پسند کا بناؤ سنگھار (جائز حدود میں رہ کر)...... شوہر کے مزاج کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان موضوعات پر بات کرنا جو شوہر کو پسند ہیں...... شوہر کو کوئی خصوصی تحفہ دینا...... خدمت اور احترام میں مستعد رہنا...... اس کے دکھ میں دکھ محسوس کرنا...... اس کی خوشی میں خوشی محسوس کرنا...... جائز تفریحات میں خاوند کا بھرپور ساتھ دینا۔

مرد اپنی بیوی سے اپنی چاہت، اپنی ذات سے وفا شعاری اور اپنی پسند کی اہمیت اور ترجیح کی توقع رکھتا ہے اور یہ اس کا حق بھی ہے۔ لہٰذا عورت کا اس کی محبت، وفا اور خدمت میں مشغول رہنا مرد کو اس کا گرویدہ کر دیتا ہے۔ عورت کا شوہر کے لیے ایثار کرنا اور اسے سکون اور مسرت مہیا کرنے کی کوشش کرنا شوہر کا دل جیتنے کا موثر ہتھیار ہے۔

☆...... یہ ضروری نہیں کہ کسی شرعی حکم پر عمل کرنے کے لیے یا شریعت میں کسی ممنوع کام سے روکنے کے لیے اسلام ہی کا حوالہ دیا جائے۔ دنیوی منافع یا نقصانات کو سامنے رکھ کر بھی بات کی جا سکتی ہے۔ مثلاً ایک شوہر اپنی بیوی کو بڑی چادر اوڑھ کر گھر سے باہر جاتے ہوئے منع کرتا ہے۔ عورت سردی یا گرمی سے بچنے کا فائدہ گنوا کر بھی اس کی اجازت حاصل کر سکتی ہے۔ اگر مرد کو چست لباس پسند

ہے تو وہ کہہ سکتی ہے کہ اس سے جلد کو نقصان پہنچتا ہے یا جسم درد کرنے لگتا ہے۔ دورانِ خون کا نظام متاثر ہوتا ہے۔ وغیرہ

جو مرد دین کے پر جوش حامی نہیں ہوتے، انہیں بات بات پر دین کا حوالہ پیش کرنا یا دین کا نام لینا بھی کھلتا ہے۔ خصوصاً بیوی کی زبان سے وہ اسے سن سن کر چڑ جاتے ہیں اور بعض اوقات دین کے متعلق ہی نازیبا کلمات کہہ بیٹھتے ہیں۔ لہٰذا بیوی کو ایسی صورتِ حال میں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

بے دین شوہر کو دین کی طرف مائل کرتے ہوئے یہ اندیشہ بھی ہے کہ کہیں شوہر کو دین پسند بناتے بناتے خود بیوی بھی دینی اخلاق و عادات سے عاری نہ ہو جائے۔ اگر عورت محسوس کرے کہ وہ خود اپنے اصل محاذ سے ہٹتی جا رہی ہے تو اسے اپنی اصلاح کی کوشش فوراً شروع کر دینا چاہئے خصوصاً اسے روزانہ جب بھی موقع ملے خود احتسابی کا عمل کرتے رہنا چاہئے۔ اسے اپنی گزشتہ دینی حالت اور موجودہ دینی حالت کا موازنہ کرتے رہنا چاہئے اور دیکھنا چاہیے کہ وہ پہلے کہاں تھی اور اب کہاں کھڑی ہے۔

☆ ...... دعوتِ دین کی پہلی شرط اخلاص ہے۔ دعوت دینے والے میں بھی اخلاص ہونا چاہئے اور جس کو دعوت دی جا رہی ہے اس کے لیے بھی دل میں مخلصانہ جذبات ہونے چاہئیں۔ اگر اخلاص نہ ہو تو نتائج بہتر ہونے کی توقع بہت

کم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ضرور پیش نظر رہنا چاہیے:

الدين نصيحة.

[سنن ترمذی، کتاب ابواب البر والصلہ، باب فی النصیحہ]

''دین خیر خواہی ہے......''

☆...... دعا سے بہتر ایک مسلمان بیوی کے لیے اور کوئی ہتھیار نہیں، اسے مسلسل تھامے رکھنا چاہیے۔ دعا وہ عمل ہے جو شوہر یا کسی اور کو نظر بھی نہیں آتا۔ یہ صرف خالق اور بندے کے درمیان مضبوط اور رازدارانہ کیفیت کا نام ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل دعائیں مانگی جا سکتی ہیں۔

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [الاعراف: ۲۳]

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے''۔

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ [الفرقان: ۷۴]

''اے ہمارے رب! ہمارے ازواج کی طرف سے اور اولاد کی طرف

سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی رکھ اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا"۔

محترم مائل خیر آبادی اپنے کتابچے "خانہ آبادی" میں ایک عورت کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"جب کسی بہن کو ایسا سابقہ پڑ جائے تو اسے اللہ تعالیٰ سے حالات کو سازگار کرنے کی دعائیں کرنی چاہئیں اور دوسروں سے بھی کرانی چاہیے یہ واقعہ ہے کہ انسان جب دل سے دعا کرتا ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ سب سے پہلے تو شخص متعلق ہی کو اللہ تعالیٰ سے رجوع ہونا چاہئے، اس کے بعد دوسروں سے درخواست کرنا چاہیے دعاؤں کے بارے میں بات بھی یہی صحیح ہے کہ جہاں تک ہو سکے گڑگڑا کر خود اپنے رب کو پکارا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کی رگِ گلو سے بھی زیادہ اس سے قریب ہے۔

یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ صرف دعا کرنا ہی کافی نہیں اسلام نے توکل کے بارے میں ہمیں جو کچھ بتایا ہے وہ کوشش ہے اور دعا کر کے خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

کوشش کے سلسلے میں ہم اپنی بہن اور ایسی ہی دوسری بہنوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ کسی حال میں مایوس نہ ہوں۔ اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہونا چاہیے۔ ہر وقت اور ہر حال میں اصلاح اور سدھار کی جدوجہد جاری رکھنا چاہیے۔

اصلاح اور سدھار کے تحت سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ اپنے بارے میں قول وعمل سے یہ بات ثابت کر دینی چاہیے کہ میں شوہر کی بڑی ہی وفادار اور ہمدرد بیوی ہوں۔ جب شوہر کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی دل سے اس کی تکلیف اور رنج وغم کی شریک ہے پھر وہ بیوی کے ہر مشورے کو اس طرح قبول کر لیتا ہے کہ باہر کے دیکھنے والے لوگ اس کے بارے میں یہ کہنے اور شک کرنے لگتے ہیں کہ فلاں بیوی کا غلام ہو گیا ہے ہم نے ایک تجرباتی کتاب میں پڑھا ہے اس میں لکھا ہے، سدھار کرنے والی اس طرح زمین کو ہموار اور نرم بنا لیتی ہے پھر وہ بیج جو اس میں ڈالتی ہے زمین آسانی سے قبول کر لیتی ہے اور پھر وہ بیج ضرور پھل پھول لاتا ہے۔

اصلاح اور سدھار کے سلسلے میں دوسری بات یہ کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ تلقین کرتے وقت زبان کی نرمی سے کام لینا چاہیے۔ زبان کو تیر کی طرح نہیں چلا دینا چاہیے اور ایسے وقت سمجھانا چاہئے جب تنہائی ہو اور شخص متعلق کا دل و دماغ پریشان اور الجھا ہوا نہ ہو۔ یاد رہے کہ کسی کو کسی کے سامنے سمجھانا اور بے وقت نصیحت کرنا صحیح نہیں۔ اس سے تو انسان کی غیرت کو ٹھیس لگتی ہے اور پھر الٹا اثر ہوتا ہے۔

اگر ایسا شوہر پڑھا لکھا ہے تو اس کی اصلاح کی ایک صورت یہ ہے کہ اچھی

کتابیں موقع ومحل سے اس کے مطالعہ میں دینی چاہئیں یا مناسب اوقات میں پڑھ کر سنانا چاہئیں۔ کتاب ایک ناصح ہے جو اپنی کہتا ہے دوسرے کی نہیں سنتا اور کچھ نہ کچھ اپنا اثر ضرور چھوڑ جاتا ہے۔ کتاب ایسی منتخب کرنا چاہئے۔ جس میں ایسے مضامین ہوں جن کو پڑھ کر ایک انسان کو شعوری طور پر باری تعالیٰ کے وجود پر یقین، اپنی بندگی کا احساس، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر اطمینان اور آخرت کی باز پرس کا خوف پیدا ہو سکے۔ اللہ کے فضل سے ایسی کتابیں اردو زبان میں آسانی سے مل سکتی ہیں۔ خوبصورت انداز میں وہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ شوہر ان کتابوں کو پڑھ سکے یا سن سکے۔

جو عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کا بے راہ شوہر راہِ راست پر آجائے اسے دل میں یہ ٹھان لینا چاہئے کہ کچھ بھی ہو وہ خود ہر حال میں اللہ اور رسولؐ کے حکموں کو دانت سے پکڑے رہے گی اور کبھی ان کے خلاف نہیں چلے گی۔ ہم نے ایسی بہت سی بہنیں دیکھی ہیں جنھوں نے ایک طویل کشمکش کے بعد شوہر کر رام کرلیا۔ یہ صحیح ہے کہ دیر تو لگی لیکن ''دیر آید درست آید'' والی مثل بھی صحیح ثابت ہوئی۔

اصلاح کی صورتیں اور بھی ہیں لیکن اوپر دو تین تدبیریں ہم نے لکھی ہیں جو نہایت موثر ہیں اور ان سے کام لینے پر بہت سی خواتین کامیاب ہوئی ہیں اور آج بڑی کامیاب زندگی بسر کر رہی ہیں۔

لیکن ...... ہماری اس بہن کو جس نے ہمیں خط لکھا ہے، ایک بڑا نادر موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلوٹھی کا بچہ عنایت فرمایا۔ اور بچہ ماشاء اللہ شکل وصورت کے اعتبار سے چاند سا ہے۔ اللہ اس بچے کو زندہ رکھے اور صالح بنائے۔

ہماری بہن اس بچے کے توسط سے بڑا کام لے سکتی ہیں، یاد رکھیے دنیا میں کوئی باپ ایسا نہیں جو چاہے خود بڑے سے بڑا نالائق ہی ہو لیکن بچے کے بارے میں اس کے جذبات یہی ہوتے ہیں کہ بچہ نیک بنے۔ اس جذبے اور احساس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اسی کو ذریعہ بنانا چاہیے۔

ماں کیا ترکیب کرے؟ بس صرف یہی کہ جب بچے سے مخاطب ہو، اللہ اور رسولؐ کے نام کے ساتھ بات کرے، اس کی پرواہ کیے بغیر کہ بچہ کچھ سنتا ہے یا نہیں، کچھ سمجھتا ہے یا نہیں، اس کی عمر سننے یا سمجھنے کی ہے یا نہیں، دو ایک دن ہی کا بچہ ہو، ماں کو چاہیے کہ وہ کلمہ اور درود اسے سناتی رہے۔ زبان سے اظہار کرتی رہے کہ میرا بچہ صحابہ کرامؓ جیسا بنے گا، اسلام کا نام بلند کرے گا، اپنے اللہ کو راضی کرے گا اور ماں باپ کے لیے بھی ذریعہ نجات بنے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

کوئی یہ نہ سمجھے یہ باتیں یوں ہی ہوا ہو جائیں گی۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ ایک ماں بچے کے کندھے پر بندوق رکھ کر باپ پر داغ رہی ہے، اور اللہ کی ذات سے

امید رکھنا چاہیے، نشانہ ٹھیک بیٹھے گا اور یہ تجربہ بھی ہے کہ اکثر اس طرح بھی دوسروں پر اثر ہوا ہے، یہ بھی خیال رہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو برے راستے پر دیکھنا نہیں چاہتا اور جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اپنا طرز عمل بچے پر اثر ڈال رہا ہے تو وہ بھی ایک بار اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس جذبے سے اگر حکمت کے ساتھ کام لیا جائے تو نتائج بڑے اچھے نکل سکتے ہیں۔ (''خانہ آبادی'' ص ۲۶ تا ۳۰)

بچوں میں دعوتِ دین

گھر ہر فرد کی تعلیم و تربیت کا مرکز ہے لیکن اس کا طریق تعلیم دیگر تمام تعلیمی و تربیتی مراکز سے مختلف اور ممتاز ہے۔ کیونکہ یہاں فرد کی تربیت کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب اس کی پیدائش کے لیے ماں باپ اپنے آپ کو آمادہ کر رہے ہوتے ہیں۔ نیز یہ ایک فطری نظامِ تربیت و تعلیم ہے۔ جس کا متبادل نہ دنیا میں ہے نہ ہو سکے گا۔ چاہے تہذیب و تمدن موجودہ ترقی سے کئی گنا ترقی کر کے مزید آگے بڑھ جائے۔

ماں اور باپ دونوں ہی بچے کی تربیت کے ذمہ دار ہیں لیکن ماں کی ذمہ داری باپ سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باپ پر ماں اور بچے کو وسائلِ زندگی مہیا کرنے کا بوجھ ڈالا ہے تاکہ ماں مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ بچے کی تربیت کر سکے۔ قرآن حکیم نے اس ضمن میں مادرانہ محنت و مشقت ہی کا ذکر کیا ہے۔ جس کا تتمہ یا تشریح اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ''میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟'' آپؐ نے فرمایا ''تمہاری ماں''۔ اس شخص نے عرض کیا اس کے

بعد۔ آپؐ نے فرمایا ''تمہاری ماں'' ۔ تیسری بار پھر اس نے یہی سوال دہرایا، آپؐ نے فرمایا ''تمہاری ماں'' ۔ چوتھی بار اس نے پوچھا! اس کے بعد میرے اچھے سلوک کا مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا ''تمہارا باپ'' ۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من وصل وصله الله۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها)

مندرجہ بالا احکامات پر غور کریں تو پتا چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت پر جس قدر اس کے بچے کی پیدائش اور تربیت کی مشقت ڈالی اسی قدر اس کا حق خدمت اور حق ادب اولاد کے ذمہ رکھا۔

دورِ حاضر میں غیر اسلامی نظریات وافکار کے گہرے دھوئیں چھائے ہوئے ہیں۔ بچوں کی پیدائش، طریقِ پیدائش...... تربیت اور طریقِ تربیت کے حوالے سے بہت سے غیر فطری انداز اور طریقے جنم لے رہے ہیں۔ ان حالات میں مسلمان ماں کی ذمہ داری بہت نازک حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ مسلمان عورت کو اپنے گھر کے محاذ پر جس قسم کی جنگ سے واسطہ ہے۔ اس کے لیے بہت تدبر، گہرائی، بصیرت اور بصارت کی ضرورت ہے۔

مسلمان ممالک میں بھی تعلیم کے مقاصد، نصابِ تعلیم اور ماحول اسلامی مقاصدِ تعلیم اور نصابِ تعلیم سے یکسر مختلف بلکہ متضاد ہے۔ لہٰذا ماں پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلام سے متضاد اس تعلیم اور نصاب

کے مقابلے میں اسلام کا نصابِ تعلیم ازبر کرائے۔ دل و دماغ میں اس کی صداقت اور رفعت کو اس طرح اتارے کہ دیگر تمام فکری و عملی نظریات بچے کو بے مایہ محسوس ہونے لگیں۔

دینِ اسلام میں بچے کی تربیت کا آغاز ازدواجی زندگی کے ساتھ ہی، شریکِ حیات کے انتخاب کے وقت شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تنکح الامرأة باربع لمالها ولحسبها وجمالها ولدینها فالظفر بذات الدین تربت یداک .

[صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عورت سے نکاح کے لیے مرد کی نظرِ انتخاب چار چیزوں کی بنا پر ہوتی ہے (۱) عورت کا مال (۲) عورت کا حسب و نسب (۳) عورت کا حسن و جمال (۴) عورت کا دین۔ اے ابوہریرہ! تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دین پر عمل پیرا عورت کو ترجیح دو“۔

لڑکی کے لیے شوہر کے انتخاب میں بھی دین ہی کو ترجیح دینے کا حکم دیا۔ ابو

حاتم المزنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا جاء کم من ترضون دینہ و خلقه فانکحوا الا تفعلو اتکن فتنة فی الارض و فساد۔ [سنن ترمذی، باب اذاجاء کم من ترضون دینه و امانته فزوجوه]

''جب تمہارے سامنے ایسے شخص کا رشتہ آجائے جو دین اور اخلاق کے لحاظ سے تمہیں پسند آجائے تو اس سے اپنی (بیٹی، بہن) کا نکاح کردو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر فساد پھیل جائے گا''۔

آج اسلام کے دیے ہوئے مندرجہ بالا معیارِ انتخاب کو ترک کردینے کی وجہ سے معاشرے میں غربت، جہالت، بے حیائی، باہمی معاملات میں بگاڑ، بچوں کا نافرمان ہونا، باہمی کشت وخون غرض ہر قسم کا فساد پھیل چکا ہے۔ لیکن جو لوگ مندرجہ بالا احکامات کی روشنی میں زوج کا انتخاب کررہے ہیں ان کے گھرانے اس سیلاب سے کافی حد تک بچے ہوئے ہیں اور ان کے گھر خیر اور سلامتی کا قلعہ ہیں۔

دورِ حاضر میں رشتہ طے کرتے وقت دین کے بجائے دیگر چیزوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جب نتیجہ میاں بیوی کی باہمی چپقلش اور بچوں کی ناقص تربیت یا عدم اعتماد کی صورت سامنے آتا ہے تو والدین اپنی قسمت کو کوسنے لگتے ہیں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر مرد صاحبِ دین ہے تو بیوی دین سے باغی اور اگر

بیوی صاحب دین ہے تو مرد دین سے بیزار۔ نہ مرد بیوی کے لیے اپنا ایمان داؤ پر لگا سکتا ہے نہ بیوی مرد کی خوشی کے لیے دین پسندی چھوڑ سکتی ہے۔ ایک سچے مسلمان کے بارے بھلا یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی سب سے قیمتی متاع ایمان کو ایک فانی شخص کی چاہت کے لیے قربان کر دے۔ رشتہ قائم رہے یا ٹوٹے پرواہ نہیں لیکن دین و ایمان سلامت رہنا چاہئے۔ یہی راہِ فلاح ہے۔

- والدین اولاد سے بے پناہ محبت اور اس کے خیر خواہ ہونے کے باوجود نا معلوم کیوں انہیں بے دین شخص کے پلے باندھ کر اسے نہ صرف بے بس کر دیتے ہیں بلکہ اس کا سکون اور چین بھی چھین لیتے ہیں۔ جس سچے نظریے اور دین کو انہوں نے جان جوکھوں سے اپنے بچے یا بچی کے دل میں پیدا کیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فضل سے ان کے دل میں دین کو پیوست کر دیا ہے، اسے ایسی مستقل رفاقت کے حوالے کر دیتے ہیں جو اس سے الٹ سمت چل رہی ہے۔ یوں زوج باہم شریک زندگی تو بن جاتے ہیں رفیق سفر نہیں بنتے۔

- رشتہ کرتے وقت اسلام نے جس چیز کو اول درجے پر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اسے آخری درجے پر رکھ کر باقی معیارات کو پہلے درجے پر رکھ لیا جاتا ہے۔ کوئی ہم خیال دین پسند رشتہ مل گیا تو خیر ورنہ والدین خود کو اور بچے یا بچی کو یہ طفل تسلی دے لیتے ہیں کہ ''دولت ہے، حسن ہے، تعلیم ہے، خاندان ہے، گرین کارڈ ہے، رہا دین

تو لڑکی لڑکے کو خود بدل لے گی یا لڑکا لڑکی کو اپنا ہم خیال کر لے گا، ایسی کون سی مشکل بات ہے۔

چاہے ہم خیال بننے اور بنانے کی کشاکش میں ان کا اپنا دین سکڑنے سمٹنے لگے۔ جوانی کے دن بے بہار اور روکھے پھیکے گزریں۔

ایسے رشتوں میں اگر کامیابی کا امکان ہو بھی تو یہ صرف ایک استثنا ہے۔ حقائق اور مشاہدات واضح کرتے ہیں کہ زوجین نے اپنے زوج کی زندگی دین کے مطابق ڈھالنے کی بجائے دین کے معاملے میں پس پائی ہی اختیار کی۔ اگر اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے بھی تو اولاد بکھر جاتی ہے نہ وہ باپ کے نظریات پر مطمئن ہوتے ہیں نہ ماں کے افکار پر۔

مرد تو ایک برتر قوت ہے، وہ قوام اور سربراہ ہوتا ہے، وہ زبردستی بھی اپنے نظریات و افکار کو بیوی سے منوا سکتا ہے، لیکن دین پسند لڑکیاں دین کے معاملے میں مداہنت بھی برداشت نہیں کر سکتیں اور ان کا دین ہی انہیں شوہر کی اطاعت اور دل جوئی کرنے کا ہمہ وقت پابند بناتا ہے لہٰذا وہ ایک عجیب کشمکش میں گرفتار رہتی ہیں۔

براہ کرم رشتہ کرتے وقت اُس معیار کو ترجیح دیجئے جسے ترجیح دینے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے خصوصاً اس بچے یا بچی کے لیے جو خود بھی دین

وایمان کو سینے سے لگائے ہوئے ہے۔

اور اب آیئے! بچے کی تربیت کی طرف!

بچوں کو دعوتِ دین دینا اس لیے آسان ہے کہ وہ سیدھے سادے، معصوم اور اَن گھڑ خیالات کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کی فکر و عمل کا رخ متعین کرنا ان کے مربی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ان کے دل و دماغ سیدھی، صاف اور سچی بات کو بہ خوشی قبول کر لیتے ہیں اور یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہے اور کسی دین میں ہے ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

کل مولد الا بلد علی الفطرة فابواه یهودانه وینصرانه ویمجسانه……

[صحیح مسلم، باب معنی کل مولود یلد علی الفطرۃ اطفال الکفار و اطفال المسلمین]

”ہر ایک بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں“۔

یعنی تمام بچوں کو اللہ تعالیٰ یکساں ذہن، صاف دل اور نیک فطرت دے کر بھیجتا ہے لیکن والدین کی تربیت اور ماحول اس بچے کے دل و دماغ پر اپنے افکار و عمل کی چھاپ لگا دیتے ہیں۔

☆ ...... بچے کی دینی تربیت کو ہم مختلف مراحل میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

☆ ...... صالح اولاد کے لیے دعا کرنا، جیسا کہ انبیا علیہم السلام نے دعائیں کیں۔ مثلاً ذکریا علیہ السلام نے دعا کی

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [الصفت: ۱۰۰]

"اے میرے رب! مجھے وہ اولاد عطا فرما جو نیکوکاروں میں سے ہو"۔

بچے کی پیدائش کے مرحلہ اول سے گزرتے ہوئے ماں باپ کو اس موقع پر ہدایت کی گئی کہ وہ دعا کا اہتمام کریں، اس کے بعد کانوں میں اذان دینا۔ تاکہ مولود اس دنیا میں آتے ہی سب سے پہلے اللہ رب العزت کی عظمت کے کلمات سنے۔ اس کی روح کا استقبال اللہ کے ذکر سے کیا جائے جو روزِ اول اس کی ربوبیت کا اقرار کر چکی ہے۔

☆ ...... دوسرا مرحلہ تقریباً آٹھ ہفتوں کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جب بچہ آوازیں سن کر ان کی طرف اپنے کان لگاتا اور آنکھوں کے ساتھ اس کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے ہاتھ بھی اس کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ چھ ماہ تک اس کی مہمل آوازیں حروف کی ادائیگی کی صورت اختیار کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ ایک سال تک وہ کچھ بامعنی الفاظ بھی بولنے لگتا ہے۔ اب وہ چلتا بھی ہے اور بہت سی باتوں کو سمجھنے لگتا ہے۔

دو سال تک اس کا ذخیرہ الفاظ وسعت اختیار کر لیتا ہے۔ نو ماہ کا بچہ دوسرے افراد کی دیکھی ہوئی حرکات کی نقل اتارنے لگتا ہے۔ نقل کا یہ عمل بتدریج بڑھتا جاتا ہے۔ بچے کی زندگی کا یہ پورا مرحلہ اس کے ذہن، دل اور حرکات و سکنات کی بھرپور تربیت کا زمانہ ہوتا ہے۔ ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کے سامنے جو الفاظ بولے وہ مہذب، شائستہ اور اللہ کے ذکر پر مشتمل ہوں۔ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. مَاشَاءَ اللّٰه. بِسْمِ اللّٰهِ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه. اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ. وغیرہ

ماں بچے کے سامنے جو حرکات کرے ان میں بھی اسلامی تہذیب اور شائستگی کو مدنظر رکھے۔ مثلاً نہ خود بچے کے سامنے کپڑے تبدیل کرے، نہ بچے کے دوسروں کے سامنے کپڑے تبدیل کروائے۔ بچے کے سامنے نماز ادا کرے۔ سلام میں پہل کرے۔ قرآن حکیم کی تلاوت بچے کے سامنے کرے۔ وغیرہ۔

چونکہ بچہ ابتدائی زندگی میں صرف نقال ہوتا ہے۔ ابھی اس میں یہ سمجھ بوجھ نہیں ہوتی کہ غلط کیا ہے اور صحیح کیا ہے اسے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ بڑے کرتے ہیں وہ میں نے بھی کرنا ہے۔ خصوصاً ماں جس کے پاس وہ زیادہ وقت گزارتا ہے جو اسے سب سے زیادہ پیار کرنے والی اور نگہداشت کرنے والی ہے۔ وہ اس کے ہر کام کی نقل اتارنا پسند کرتا ہے۔

☆ ...... تیسرا مرحلہ چار سال سے شروع ہو کر اس کی جوانی تک محیط ہے۔

یوں تو بچے کی تربیت کے بہت سے پہلو ہیں، جن کا احاطہ اس مختصر کتاب میں ممکن نہیں۔ اسے تربیت اولاد سے متعلق کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہم صرف چند پہلوؤں کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔

بچوں کی تربیت سے متعلق چند کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

- ⊙ اسلام اور تربیت اولاد۔ عبداللہ ناصح علوان ترجمہ: حبیب اللہ مختار
- ⊙ نبی ﷺ نے بچوں کی تربیت کیسے کی؟ مطبوعہ مکتبۃ السلفیہ
- ⊙ ہم بچوں کی تربیت کیسے کریں؟ سراج الدین ندوی
- ⊙ اسوۂ رسول اور کم سن بچے۔ مطبوعہ مشربہ علم وحکمت
- ⊙ تحفۃ الودود فی احکام المولود۔ از ابن قیم
- ⊙ والدین کا احتساب۔ از ڈاکٹر فضل الٰہی
- ⊙ بچے کی تربیت۔ از ابن فرید

بچے کی ایمانی تربیت:

توحید اللہ عزوجل کی عبادت کی اولین بنیاد ہے۔ لہٰذا بچے کے ذہن میں توحید کا نقش پوری طرح بٹھانے کی کوشش کیجئے۔ ربوبیت کیا ہے؟ الوہیت کیا ہے؟ اس کے اسماء وصفات کیا ہیں؟ سب اس انداز سے سمجھائیں کہ وہ تمام عمر اس

کی صفات پر کامل یقین کے ساتھ اس کی عبادت کرتا رہے۔ اس کا طریقہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔

☆...... بچے کی عقل کے مطابق اسے توحید کا مطلب سمجھایا جائے۔

☆...... چھوٹے چھوٹے قصوں یا ضرب الامثال میں بچے دل چسپی لیتے ہیں۔ ان کے ذریعے توحید اور الوہیت کے بارے بتایا جائے۔

☆...... دن رات، صبح و شام، آس پاس اللہ تعالیٰ کی جتنی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ ان کو آسان طریقے سے توحید سمجھانے کا ذریعہ بنائیں۔ نیز بچوں میں بھی غور و فکر کی عادت ڈالیں۔

☆...... کھانا کون کھلاتا ہے؟ شفا کون دیتا ہے؟ اعضاء کس نے عطا کیے ہیں؟ رشتہ دار، بہن بھائی، والدین سب کا خالق کون ہے؟ کون پیار کرنے والا اور ترس کھانے والا ہے؟ کس نے زمین و آسمان کو قائم کیا ہے؟ کون نگران ہے؟ مثالیں، قصص اور انبیاء کے واقعات کے ذریعے بچے کو ذہن نشین کرائیے۔ یہ طریق کار اس لیے بھی موثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بھی قرآن حکیم میں اسی طریقے سے سمجھایا ہے۔

☆...... جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے چھ سات سال کے لگ بھگ تو اسے سمجھائیے کہ اسلام کیا ہے؟ احسان کیا ہے؟ وغیرہ

☆ ...... بچے کو نماز کا عادی بنایئے۔ اس کے سامنے نماز ادا کریں اگر لڑکا ہے تو والد اسے اپنے ساتھ مسجد میں لے جائے۔ کیونکہ کسی کام کو بار بار دیکھنا اور اس کی مسلسل تکرار کرتے رہنا انسان کو اس کو عادی بنا دیتا ہے۔ نماز کے ارکان، فرائض، سنن اور نواقض سے بھی آگاہ کیجئے۔

☆ ......طہارت کے احکام بتایئے، وضو اور غسل کا طریقہ سکھایئے۔ نیز وضو کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے وہ بھی بتاتے رہیے۔

☆ ......سات سال سے بڑے بچوں کی تربیت میں تحمل، برداشت اور تدبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر بچے ضد کریں یا بات ماننے میں تامل کریں تو جھنجھلائیں نہیں بلکہ کبھی ترغیب و حوصلہ افزائی اور انعام و اکرام اور کبھی ترہیب کسی نقصان یا سزا کا خوف دے کر مطلوبہ مقصد حاصل کریں۔

☆ ......مار پیٹ سے گریز کریں صرف زبانی سرزنش ہی کافی ہے۔

☆ ......سات سے دس سال کے عرصے میں اگر بچہ نماز کا عادی نہیں ہوا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل حکم کی تعمیل کی جائے:۔

علموا اولادكم الصلاة اذا ابلغوا سبعا واضربوهم عليها اذا بلغوا عشرا وفرقوا بينهم في المضاجع.

[سنن ابی داؤد، مستدرك حاكم، مسند احمد بن حنبل]

"اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں اور پھر بھی ادائے نماز سے گریز کریں تو انہیں مارو اور اسی عمر میں ان کے بستر الگ کر دو"۔

☆......لڑکوں کو باجماعت نماز کی عادت ڈالیں کیونکہ باجماعت نماز ادا کرنا مردوں پر فرض ہے۔ اس طرح ان کا تعلق مسجد سے مربوط رہے گا۔

☆......والدہ کو چاہیے کہ بچے کو قرآن حکیم کے کچھ حصے یاد کرائے۔

☆......بچے کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بھی دیں۔ کبھی زبانی سنا کر، کبھی پڑھا کر۔ اس مقصد کے لیے لکھی ہوئی کتب سیرت کا انتخاب کریں تاکہ وہ اس میں کشش محسوس کرے اور سمجھ سکے۔ نیز سیرت کے واقعات سناتے ہوئے ان سے حاصل ہونے والی حکمتوں اور نصیحتوں سے آگاہ کریں۔

☆......صحابہ، صحابیات، تابعین، تابعیات اور اسلاف کی زندگی کے واقعات سے بچوں کے ذہن وفکر کو سیراب کریں۔

☆......بچوں کے دل میں عربی زبان سے محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اسے صحیح تلفظ کے ساتھ الفاظ ادا کرنے کی مشق کرائیں۔

☆......بچوں کو دین سے متعلق اجتماعات میں ساتھ لے جائیں خصوصاً لڑکوں کو...... جہاں ماحول باپردہ ہو، وہاں لڑکیوں کو بھی لے جایا کریں۔ ایسی

مجلسیں جن میں گفتگو، تقریر، مباحثے، نظم، انشائیے وغیرہ کا مرکزی نقطہ ایمان اور اسلام ہو ان میں بچوں کو شریک کرنا دورِ جدید میں اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ کسی غیر مفید سرگرمی کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

☆...... گھر میں ایک لائبریری ضرور ہونی چاہیے جس میں ایسی کتابیں، رسالے، اخبارات وغیرہ ہوں جو ایمان، اخلاق، سیرتِ انبیاء، سیرت اسلاف اور دین صحیح کے بارے ٹھوس معلومات فراہم کریں۔ جو کتب یا رسالے اخلاق یا دین میں بگاڑ کا سبب ہیں انہیں گھر سے دور رکھیں۔

☆...... ماں باتوں باتوں میں اور کھیل کھیل میں بچے کو جو کچھ اور جتنا کچھ سکھا اور بتا سکتی ہے اتنا وہ تمام عمر بڑی بڑی لائبریریاں کھنگال کر بھی نہیں سیکھ سکتا۔ ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کے ابتدائی سالوں کو غنیمت سمجھے، انہیں قیمتی جانے اور اپنے فرض سے لمحہ بھر غفلت نہ کرے۔

اخلاقی تربیت:

احادیث میں اخلاقی تربیت کے بہت سے پہلو مذکور ہیں، جن کا احاطہ ممکن نہیں تاہم ان میں سے چند اہم اخلاقی عناصر کا ذکر کیا جائے گا۔

سچائی:

اخلاق کے چہرے کا وہ حسن ہے جو اس کے صاحبِ ایمان ہونے کی شہادت

دیتا ہے۔ اس کی ضد جھوٹ ہے جو منافقت کی دلیل ہے۔ اسلامی معاشرے کی بہتر نشوونما کے لیے ضروری ہے کہ ہر چھوٹا، بڑا خود بھی سچ بولے اور دوسرے افراد کو بھی سچ بولنے کی تاکید کرے۔ مسلمان گھرانوں کے سربراہوں کا فرض ہے کہ بچے کی کردار سازی میں سچ کو اولین ترجیح دیں۔ بچوں کو کبھی غلط بیانی سے دھوکا نہ دیں بلکہ ان سے جو وعدہ کریں سچا کریں۔ اکثر بڑے حضرات بچوں کے ساتھ بہانہ بازی کر کے انہیں بھی اس قبیح عادت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

بچوں کے ساتھ نہ تو وعدہ خلافی کرنے کی نیت سے جھوٹ بولنا درست ہے۔ نہ ان کو بہلانے کے لیے جیسے کہ بچے کو کہا جائے ''وہ دیکھو بلی آئی'' ...... فلاں چیز چوہا لے گیا۔ وغیرہ بلکہ ان کے ساتھ جو بھی بات کی جائے، جو معاملہ کیا جائے، جو وعدہ کیا جائے۔ اسے ہر ممکن اسی طرح صاف، سیدھا اور درست رکھنا چاہیے۔ جس طرح ہم بڑوں کے ساتھ اس قسم کے معاملات یا وعدہ میں کرتے ہیں۔ وعدہ خلافی کرنے یا جھوٹ بولنے پر بچے باز پرس نہ بھی کریں، اس پر برا نہ بھی منائیں تو اللہ کے ہاں تو یہ امر ایک گناہ کے طور پر ہی پیش کیا جائے گا۔ نیز بچے کی تربیت کے لیے بھی ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جن بچوں کو بڑے جھوٹی طفل تسلیاں دیتے ہیں، انہیں بچے بھی جل دینے لگتے ہیں۔ ان کے خیال میں جو کچھ ان کے بڑے کرتے ہیں وہ سب اچھا ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ جھوٹ اور فریب کے عادی

ہو جاتے ہیں۔

ایک ماں کو جھوٹ کے معاملے میں ہر وقت چوکنا رہنا چاہیے تاکہ بچہ اس عادت بد سے بچا رہے۔

دیانت داری:

کتاب اللہ میں بیان کردہ اوامر و نواہی میں جہاں سچائی کو اس کے مصدر کی اہمیت حاصل ہے وہاں دیانت داری کو بھی اہم اخلاقی صفت قرار دیا گیا ہے۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں امانت اور صدق کا اکثر ایک ساتھ ذکر آتا ہے۔ سچائی اور دیانت دونوں ہی اخلاقِ رسالت میں سے ہیں۔ جو ان دو سے محروم ہے وہ ایمان ہی سے محروم ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۲) وعدہ پورا نہیں کرتا (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔ [بخاری ، کتاب الایمان]

نیز فرمانِ رسالت ہے:

اربع من کن فیه کان منافقا خالصا ومن کانت فیه خلة منهن کان فیه خلة من نفاق حتی یدعها اذا حدث کذب واذا عاهد غدر واذا وعد اخلف واذا خاصم فجر.

[صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصال المنافق، رقم الحدیث۱۱۸]

''جس میں یہ چار عادتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک بات ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خو ہے۔ (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (۲) بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۴) جب جھگڑے تو گالی گلوچ کرے''۔

ماں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بھی منافقت کی ان تمام علامات سے بچائے اور اپنی اولاد کو بھی خیانت اور منافقت کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرے۔ تاکہ معاشرے کے تمام افراد ایک دوسرے کے حق کی حفاظت کریں اور راہ میں گری ہوئی چیز پر بھی حریصانہ نظر نہ ڈالیں، چاہے وہ قیمتی ہو یا معمولی، اسے یا تو وہیں چھوڑ دیں یا اپنی استطاعت کے مطابق اس کے مالک تک پہنچانے کی عادت کے خوگر بن جائیں۔

تربیت زبان:

اسلام میں زبان کو پاکیزہ، مہذب اور مؤدب الفاظ کا عادی بنانے کی تاکید کی گئی ہے۔ اسلام کے دونوں مصادر، قرآن اور حدیث شائستہ اور پاکیزہ زبان کو

اعلیٰ اخلاق میں شمار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو محافظ فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی بری یا بھلی بات کو لکھنے پر مامور ہیں۔ قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت اسی حقیقت کا اظہار کرتی ہے:۔

﴿ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ [ق: ١٨]

”(انسان کی) زبان پر کوئی بات نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کو لکھنے پر تیار رہتا ہے“۔

۔ قرآن حکیم میں کئی جگہ اہل اسلام کو ”قولِ معروف“ (بھلی، شریفانہ اور مہذب بات) کی تلقین کی گئی ہے۔ قولِ معروف کی کئی صورتیں ہیں:

☆...... لہجے میں شیرینی، محبت اور خلوص پیدا کر کے بات کرنا، تاکہ سننے والا بھی محبت اور حلاوت کے اثرات اپنے اندر محسوس کرے۔ کھردرے لہجے اور بیزار کن اندازِ گفتگو سے پرہیز کرنا۔

☆...... بات کرتے وقت چہرے پر مسکراہٹ بکھیرنا، سامنے والے میں اپنی محبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

☆ ..... الفاظ کی ادائیگی واضح ہو، ادھورے اور شکستہ الفاظ ہوں یا جملے، گفتگو کا حسن بگاڑ دیتے ہیں۔

☆...... تذکیر وتانیث اور واحد اور جمع نیز دیگر قواعد زبان کو ملحوظ رکھا جائے۔

دیکھا گیا ہے کہ اکثر بچے کیا! بڑے بھی محاورات کا غلط استعمال کرتے ہیں۔

ماں کو چاہئے کہ وہ خود بھی درست الفاظ...... صحیح مخرج ......اور قواعد زبان کا خیال رکھے تاکہ بچے بھی ویسی ہی زبان سیکھیں۔

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

من كان يومن بالله واليوم الاخر فليقل خيرا او اليسكت .

[صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم الحدیث: ٦٤٧٢]

”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ جب بھی بات کرے بھلی کرے ورنہ چپ رہے“۔

یعنی ایسی بات کرے جس میں کسی دوسرے کا اور خود اپنی ذات کا بھی اخروی فائدہ مضمر ہو۔ نیز یہ کہ یہ غیبت، چغلی، گالی، جھوٹ، یا نفرت پیدا کرنے والی بات نہ ہو۔

☆...... بچے کی زبان پر کوئی گالی نما لفظ نہ آنے دیں اگر کبھی ایسا ہو جائے تو اسے سمجھائیں کہ یہ برا لفظ ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں۔ وغیرہ

☆......دوسروں کی ذات میں نقص نکالنے والی بات سے بھی اسے مناسب طریقے سے باز رکھیں۔

☆......ایک شخص کی بات سن کر دوسرے کو بتا دینے کی عادت کی بھی حوصلہ

شکنی کریں، یہی چغلی ہے۔

☆...... کسی پر ہنسنے اور مذاق اڑانے سے بھی روکیں۔

☆...... بچے کو عادی بنائیں کہ وہ اکثر زبان سے اللہ کی تسبیح وتحمید یا دعائیہ کلمات زبان پر جاری رکھے یا کسی سورت یا آیت کی تلاوت کیا کرے۔ مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمُ وغیرہ۔

لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب کہ گھر کے دیگر افراد اور ماں باپ بھی ایسا ہی کریں، کیونکہ بچے نے تو انہی کی نقالی کرنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان العبد يتكلم بالكلمة من رضوان اللّٰه لا يلقى لها بالا يرفعه اللّٰه بها درجات وان العبدليتكلم بالكلمة من سخط اللّٰه لايلقى لها بالاً يهوى بها في جهنم.

[كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم الحديث: ٦٤٧٨]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان منہ سے کبھی ایسی بات نکالتا ہے جس میں اللہ کی رضا مندی ہوتی ہے حالانکہ وہ اسے کچھ بھی خیال نہیں کرتا (اسے بڑی نیکی نہیں سمجھتا) اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجے بلند کرتا ہے اور کبھی انسان اللہ کی ناراضگی کی بات منہ سے

نکال بیٹھتا ہے وہ اس کو کوئی بڑا گناہ نہیں سمجھتا لیکن اس کی وجہ سے دوزخ میں جا گرتا ہے‘‘۔

☆......بچوں کو ایسے بچوں سے دوستی کرنے اور کھیلنے دیں جو شائستہ گفتگو کرنے والے اور آدابِ شریعت کے پابند والدین کی اولاد ہوں۔ کیونکہ بچے پر اس کے ہم جولیوں کی زبان اور تہذیب بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

نفسیاتی تربیت:

اس سے مراد بچے کے ان داعیات اور مہیجات کو تابع دین کرنا ہے جو نفس کے زیر اثر اپنا کام کرتے ہیں۔ نفس بنیادی طور پر صرف اپنا مفاد اور اپنی مسرت کو پیش نظر رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ انسان کو برائی پر اکساتا رہتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے جو یوسف علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوئے:

﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي﴾ [یوسف:۵۳]

’’بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم کرنے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے‘‘۔

یعنی جس پر رب کریم رحم فرمائے وہی نفس کی سحر کاریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ بھی جتا دیا ہے کہ نفس کو تزکیہ و تطہیر کے ذریعے مطمئنہ یعنی ایمان اور خیر پر مطمئن ہو کر اسی میں اپنی مسرت اور مفاد چاہنے والا بھی بنایا جا

سکتا ہے۔ انبیاء کے مقصدِ بعثت میں یہ چیز بھی شامل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے فرمایا:

﴿وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ﴾ [البقرہ: ۱۲۹]

”وہ انہیں کتاب وحکمت سکھاتے اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں“۔

نفس میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں مثلاً حسد، لالچ، جھوٹ، نفرت، بخل، خجالت، احساسِ کمتری، خودپسندی، خوف، غصہ، خیانت، ناشکری وغیرہ۔

اگر یہ بیماریاں موقع ومحل دیکھے بغیر ابھر آئیں تو انسان کے لیے مہلک ہیں لیکن کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جہاں ان کا ابھر آنا ناگزیر بلکہ ضروری ہے۔ مثلاً غصہ عام مواقع پر ایک ناروا فعل ہے لیکن اللہ کے دشمنوں کے لیے غصہ کرنا ایک محمود صفت ہی نہیں بلکہ ایک سچے مسلمان کی پہچان ہے۔ وقس علیٰ ھذا القیاس۔

ایک ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ نفسیاتی عیوب کو سمجھے، ان پر نظر رکھے اور بچے سے ان کا ظہور اگر غلط جگہ پر ہو تو حکمت کے ساتھ اس کی اصلاح کرے۔

دورِ حاضر میں علمائے نفسیات نے نفس کی بیماریوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اخلاقیات اور تحلیل نفس۔ اخلاقیات پر مختصر بات ہو چکی ہے۔ اب ہم ان چند بیماریوں کا ذکر کریں گے جن کا تعلق تحلیلِ نفس سے ہے۔

خجل:

اس سے بے جا احساسِ شرمندگی مراد ہے۔ ایسے بچے عموماً کھل کر کسی سے بات نہیں کر سکتے۔ اجنبی شخص سے بات کرتے ہوئے ماں باپ کی اوٹ میں چھپ جانا، سامنے آنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرنا، ہاتھوں کو بے سبب مشغول رکھنا، اپنا موقف دوسرے پر واضح کرنے میں جھجک محسوس کرنا اس کی علامات ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ بچے میں ہر آنے والے واقف اور اجنبی کو سلام کرنے اور خیریت دریافت کرنے کی عادت پیدا کی جائے۔ اسے بتایا جائے کہ سلام میں پہل کرنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

مختلف پروگراموں میں شرکت کا موقع دیا جائے۔ مثلاً کوئیز پروگرام، اجتماعی مفید کھیل، تاریخی اور معلوماتی جگہوں کی سیر وغیرہ۔ اگر بچہ کوئی اچھا کام کرے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ کسی غلطی کے وقوع پر بچے کو دوسروں کے سامنے اور فوری طور پر نہ ڈانٹا جائے، بلکہ تنہائی میں مناسب موقع پر سمجھایا جائے۔ صحابہ کرام کی سیرتِ مبارکہ میں بچوں کی اجنبی افراد سے بات چیت کرنے کے مواقع مہیا کرنے اور حوصلہ افزائی کرنے کے نفسیاتی علاج ملتے ہیں۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ بہ طور مثال کافی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ سے سوال کیا، بتاؤ وہ کون سا

درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے۔ لوگوں کے ذہن میں مختلف درخت آنے لگے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں "میرے ذہن میں کھجور کا درخت آیا لیکن میں بچہ تھا، حیا کے سبب خاموش رہا۔ جب کوئی بھی درخت کا نام نہ بتا سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ کھجور کا درخت ہے"۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب اس وقت دے دیتے تو یہ میرے لیے سرخ اونٹوں کے ریوڑ سے زیادہ عزیز ہوتا"۔ (صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب مثل النخلۃ رقم الحدیث: ۲۳۸۲۔ صحیح بخاری)

خوف:

بچے کے دل میں اللہ عزوجل کا خوف پیدا کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ یہ ایمان کا ایک اہم جزو ہے۔ اس کا بیج بچے کے دل میں روزِ اول ہی سے بو دینا چاہیے۔ لیکن بے جا خوف سے اس کی طبیعت اور مزاج کو دور رکھنا اس کی شجاعانہ کردار سازی کے لیے ضروری ہے۔

بعض خوف خود مائیں یا دیگر اہل خانہ لاعلمی ہی میں بچوں کے دل میں بٹھا دیتے ہیں۔ مثلاً "بابا پکڑ لے گا"، ہاؤ کھا جائے گا...... کوا لے جائے گا...... وغیرہ۔

اگر بچے میں کوئی بے جا خوف بیٹھ گیا ہے تو اسے دور کرنے کی تدبیر کریں۔ مثلاً درندے کے قریب نہ جائیں تو وہ نہیں پکڑتا۔ بجلی کے تار کو ہاتھ نہ لگائیں تو کرنٹ نہیں لگے گا۔ بلندی پر توازن برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے جب تمہیں مشق ہو جائے گی تو تم بلندی پر جانا۔

جنوں اور شیطانوں سے پیدا ہونے والے مفروضہ خوف سے بچنے کے لیے بچے کو سمجھایا جائے کہ بیت الخلا میں دعا پڑھ کر جائیں۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھیں۔ بسم اللہ کہہ کر دروازے بند کریں۔ تو جن اور شیطان آ ہی نہیں سکتے۔ رات کو سونے کے اذکار پڑھ کر سوئیں تو ڈراؤنے خواب نہیں آئیں گے۔ بچے کو جنوں اور پریوں کی خیالی کہانیاں نہ سنائی جائیں یا اس قسم کی کہانیاں پڑھنے سے اسے دور رکھا جائے۔

احساسِ برتری:

یعنی خود کو دوسروں سے برتر اور بہتر سمجھنا۔ یہ دراصل تکبر ہی کا نام ہے۔ ماں کو چاہیے کہ بچے کے سامنے کبھی لاف زنی سے کام نہ لے۔ حسب ونسب، مال، شکل وصورت، یا عہدہ ومنصب کا ذکر اس انداز سے نہ کرے کہ بچے کے دل میں یہ احساسِ برتری پیدا کرنے کا سبب بنے۔ بچے کے دماغ میں یہ بٹھائے کہ سب انسان برابر ہیں۔ اسلام نے انسان کی جس نوعیت کی عزت وتکریم کا حکم دیا ہے

اس کے دل میں جا گزیں کرے۔

احساس کم تری:

بچے کو دوسروں کے سامنے ڈانٹنے، ان کی تنقیص کرنے، ان کا دوسرے بچوں سے مقابلہ کر کے ان کو کم تر ثابت کرنا، والدین کا غیر مشفقانہ رویہ، بچوں سے گھٹیا مذاق کرنے اور ان کی اچھی عادات پر بھی ان کی تعریف وتوصیف میں بخل سے کام لینے کی وجہ سے بچوں میں احساسِ کمتری پیدا ہوتا ہے۔ بچوں میں لین دین، یا حسنِ سلوک، یا اظہارِ محبت میں برابری نہ کرنے سے بھی احساسِ کمتری پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو ہدیہ دینے میں برابری کریں۔ (صحیح مسلم، کتاب الہبہ) مختلف مواقع پر بچوں کو آگے بڑھانے سے بھی احساسِ کمتری ختم کیا جا سکتا ہے۔

معاشرتی تربیت:

زندگی گونا گوں ضروریات، تعلقات اور وسائل سے فائدہ اٹھانے کا نام ہے اس لیے معاشرتی تربیت کا دائرہ بھی وسیع ہے۔ ایک ماں پر دعوتِ دین کے حوالے سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بچے کو سونے جاگنے، طہارت کرنے، کھانے، پینے، پہننے، کمانے، بڑوں کے سامنے حاضر ہونے، ان کی خدمت واحترام کرنے، چھوٹوں پر شفقت کرنے، مہمانوں کی تکریم وتواضع کرنے، دکان سے کچھ خریدنے

، کسی کو ہدیہ دینے یا لینے، خط و کتابت کرنے، تعزیت کرنے، جنازوں میں شرکت کرنے، خوشی پر مبارک باد دینے، تقریبات میں شامل ہونے، مسجد میں جانے، راستہ چلنے، سفر کرنے، سواری پر چڑھنے اور اترنے، ہم جماعتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، دوستوں اور سہیلیوں کے بنانے اور ان کے ساتھ پیش آنے، ملاقات کرنے، خیرات کرنے، نیکیوں میں سبقت کرنے ...... غرض ہر کام کے لیے اسلامی احکام، آداب اور اقدار سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے عملاً اس کا پابند اس طرح بنائے کہ وہ اس کی زندگی کا مستقل حصہ بن جائیں۔

جسمانی تربیت:

بچوں کی بہتر جسمانی تربیت کے لیے مندرجہ ذیل اوصاف سے متصف غذا کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

☆ ...... غذا نہ تو خود حرام ہو نہ ہی حرام ذرائع سے حاصل کی گئی ہو۔ حرام مال کھانا پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف ہے۔ آگ جسم کی توانائی اور زندگی کو ختم کرتی ہے۔ جب کہ پاکیزہ غذا جسم کو صحت، توانائی اور تروتازگی مہیا کرتی ہے۔

حرام آمدنی مثلاً سود، بیمہ، انعامی بانڈز، رشوت، غصب، چوری، ڈاکہ اور اسمگلنگ سے حاصل کردہ رقم وغیرہ استعمال کرنے والے کی عبادت اور دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔

احتیاط کا تقاضا تو یہ ہے کہ جن چیزوں میں حرام کا شبہ ہو وہ بھی چھوڑ دی جائیں، کیونکہ حکم ہے۔

دعا ما یریبک اِلٰی مایریبک۔ [ترمذی، حسن صحیح حدیث۔ صحیح بخاری]

''شبہ والی چیز چھوڑ کر وہ چیز استعمال کرو جس میں شبہ نہ ہو۔''

☆ ...... بچوں کو کھانے پینے کے معاملے میں اوقات کا پابند بنانا بہتر ہے۔

☆ ...... چست اور غیر ساتر لباس بچوں کو پہنانے سے گریز کیا جائے۔ طبی نقطۂ نظر سے بھی چست لباس نقصان کا باعث ہے۔

''برٹش میڈیکل جنرل کی رپورٹ کے مطابق تنگ اور انتہائی چست ملبوسات نظامِ ہضم کو بگاڑنے کے اہم اور بڑے ذمہ دار ہیں۔ کمر سے انتہائی تنگ قمیض، سکرٹ یا پتلون سے نہ صرف معدے اور ہاضمے کی کارکردگی بگڑ جاتی ہے بلکہ ان کی ساخت میں بھی مستقل خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تنگ کپڑوں سے پیٹ کے عضلات اور اعصاب کمزور اور ڈھیلے ہو جاتے ہیں''۔

(روزنامہ خبریں، ۱۷ مارچ ۱۹۹۳)

ٹائی گلے کو گھوٹنے والا لباس ہونے کے ساتھ ساتھ عیسائیت کی علامت (صلیب) بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من تشبہ بقوم فھو منھم۔ [ابو داؤد: ٤٠٣١]

”جس نے کسی غیر قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے“۔

☆......تن آسانی، عیش پسندی اور فضول خرچی سے اجتناب بھی جسمانی صحت کے لیے اشد ضروری ہے۔ لڑکا اور لڑکی کی مناسبت سے دونوں کو جائز قسم کی ریاضت کا عادی بنانا چاہیے۔ رسہ کشی، دوڑ، تیراکی، نیزہ بازی، تیغ زنی، نشانہ بازی جیسی ورزشیں صحت کے لیے بھی مفید ہیں اور وقت پڑنے پر دفاعِ اسلام میں بھی کام آنے والی ہیں۔

بچوں کو سستی اور کاہلی سے بچایا جائے۔ انہیں ہر وقت مصروف رکھا جائے۔ عمر کے مطابق انہیں چھوٹی چھوٹی ذمہ داریاں سپرد کی جائیں۔ اس سے ذہنی اور جسمانی چستی بحال رہتی ہے۔

صنفی تربیت:

بچے میں حیا کی اسلامی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرنا، اسے ان امور کی اسلامی تعلیم سے روشناس کرانا جو ہر انسان کی زندگی کا حصہ ہیں اور وہ اس کی ضروریات بھی ہیں لیکن سرِ عام یا ننگے الفاظ میں ان کا اظہار حیا کے خلاف ہوتا ہے۔

ایک داعیِ دین کی حیثیت سے ماں کو چاہیے کہ وہ ان امور کی عملی تربیت پر خود بھی عمل پیرا ہو نیز اپنے زوج یعنی خاوند کا تعاون بھی حاصل کرے۔ اس سلسلے

میں مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

☆...... بچہ چاہے چند یوم کا ہو یا چند سال کا اسے کپڑے دوسروں کے سامنے نہ بدلوائیں بلکہ الگ لے جا کر کپڑے بدلوائیں۔

☆...... بچے کو بتایا جائے کہ صنفی اعضا وہ اعضا ہیں جنہیں دوسروں کے سامنے ننگا کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے البتہ ضرورت کے وقت ماں باپ طہارت کرا سکتے ہیں، کپڑے بدلوا سکتے ہیں۔ یا کوئی اس جگہ پر تکلیف ہو تو دوا وغیرہ لگا سکتے ہیں۔

☆...... قضائے حاجت بھی دوسروں سے اوجھل ہو کر کرنے کی عادت ڈالیں۔

☆...... جب سامنے کوئی ننگی حالت میں آئے تو نظر فوراً پھیر لینا چاہیے، کسی کے جسم کے ان اعضا کو دیکھنا، چھونا یا ان کی بغیر ضرورت بات نہیں کرنا چاہیے۔

☆...... بچے کو تعلیم دیں کہ ناپاکی اللہ کو ناپسند ہے اگر ہم نجاست سے نہیں بچیں گے تو جن اور شیطان ہم پر مسلط ہو جائیں گے۔

☆...... جو اعضا ننگے نہیں رکھنے چاہییں انہیں بلا ضرورت یا کھیل کھیل میں بھی نہ خود چھوئیں نہ کسی کو چھونے دیں۔

☆...... سو کر اٹھیں تو ہاتھ دھوئے بغیر کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی فرمایا ہے۔ (دیکھیے کتاب الطہارت، سنن ترمذی، باب ماجاء استیقظ احدکم من منامہ فلا یغمس یدہ فی الاناء حتی یغسلھا)

☆......کسی کی ریح خارج ہو جائے تو اس پر ہنسنا اچھی بات نہیں۔ نیز یہ کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

☆...... بچے کو غسل کرنے کے آداب سکھائے جائیں اور کن امور پر غسل کرنا واجب ہوتا ہے اور کب مستحب ہے۔ اس کی ذہنی سطح کے مطابق سمجھائیں کہ

☆...... ہر ساتویں دن ناخن تراشنا چاہیے۔

☆...... ہر وقت باوضو رہنا اچھی بات ہے۔ تحیۃ الوضو پڑھنے سے جنت میں محل حاصل ہوگا۔ باوضو رہنے سے شیطانی چیزیں انسان کے قریب نہیں پھٹکتیں۔

☆......لڑکے لڑکی میں یہ شعور پیدا کریں کہ اپنے بہن بھائی کے علاوہ لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ اور لڑکے صرف لڑکوں ہی کے ساتھ کھیلیں اور دوستی کریں۔ آسان اور مناسب الفاظ میں اس کی حکمت عملی بھی بتادیں۔

☆......اللہ تعالیٰ نے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اس کی حکمت عملی بھی بتادیں۔ یہ بھی بتائیں کہ دروازے کے سوراخوں یا کسی اور ذریعے سے گھروں میں جھانکنا یا دروازہ کھلا ہونے کی صورت گھروں کے اندر نظر ڈالنا بھی بری بات ہے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آنکھ پھوڑ

دینے کی سزا بتائی ہے۔

لو ان رجلاً اطلع علیک بغیر اذن فحذفته بحصاة ففقات عینه ما کان علیک من جُناح. [مسلم، کتاب الآداب، باب تحریم النظر فی غیربیته]

"اگر کوئی تیرے مکان میں تیری اجازت کے بغیر جھانکے۔ پھر تو اسے کنکری مارے اور وہ اس کی آنکھ پھوڑے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔"

☆...... چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کے گھروں میں جھانکنا بھی بری بات ہے۔

☆...... جب بچے بڑے ہو جائیں تو انہیں مناسب انداز میں بتائیں کہ جسمانی تبدیلیاں ان کے اندر اس لیے آئی ہیں کہ اب آپ بڑے ہو گئے ہیں۔ اب آپ پر کچھ فرائض عائد ہو گئے ہیں۔

☆...... جوانی میں جسم کی مختلف حالتوں سے متعلق کیا کیا احکام بتائے گئے ہیں۔ مناسب پیرائے میں سمجھائیں۔ بہتر یہ ہے کہ ماں لڑکیوں کی اور باپ لڑکوں کی مناسب رہنمائی کرے۔

☆...... لڑکوں کو بتایا جائے کہ صنف مخالف کی طرف دیکھنا اس کے لیے منع ہے۔ مخلوط مجالس میں شامل ہونا درست نہیں۔ لڑکی کو احکامِ حجاب بتائے جائیں۔

☆......مناسب عمر پر بچوں کا نکاح کر دیں، ان کے لیے ایسا شریک زندگی تلاش کریں جو اسلام کے نظریے پر مکمل یقین رکھتا ہو۔

☆......دورِ حاضر کے جنسی اشتعال پیدا کرنے والے لٹریچر، ذرائع ابلاغ اور تصویری واشتہاری غلاظت سے بچے کو دور رکھنے کی تدبیر کریں۔ اور اس کے دل میں ان کے خلاف شدید نفرت پیدا کریں۔ اسے بتائیں کہ یہ سب اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا کام ہے۔ ایسا کرنے والے شیطان کے ساتھی ہیں۔ ایک مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

یاد رہے کہ دعوت کے میدان میں جھجک آڑے نہیں آنا چاہیے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا انصار کی خواتین کی احکام و مسائل سمجھنے میں حرص دیکھ کر پکار اٹھیں۔

نعم لنساء نساء الانصار لم يكن يمنعهن الحياء ان يتفقهن في الدين. (مسلم کتاب الطهاره)

’’انصار کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں، اس لیے کہ دین کے احکام سمجھنے میں حیا ان کے آڑے نہیں آتی‘‘۔

دورِ حاضر میں صنفی معاملات کے بارے میں اہل مغرب اور ان کی اتباع کرنے والا طبقہ تصویری و اشتہاری منظر کشی کے ذریعے ملک کے تمام گلی کوچوں پر

چھا چکا ہے۔ ذرائع ابلاغ نے پیسہ کمانے کی خاطر اس کیچڑ میں خود کو لت پت کر رکھا ہے۔ مادر پدر آزاد اور بے حیا و بے غیرت مغربی کلچر کو پھیلانے کی مہم زور شور سے جاری ہے۔ ایسے میں اگر بچوں کی مناسب رہنمائی نہ کی جائے تو غلط طریق کار اور ناقص معلومات کے ہتھے چڑھ کر ان کے بے راہ روی میں غرق ہو جانے کا خطرہ ہے۔ لہذا انہیں غلط اور صحیح کی پہچان دینا والدین کی ذمہ داری ہے۔

دعوتِ دین کے لیے بچوں کی تربیت:

دعوتِ دین ہر مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے۔ اس کے عظیم مقاصد اور دور رس نتائج کے حصول کے لیے یہ ضروری ہے کہ بچے کو ابتدائی عمر ہی سے دعوتِ دین کے مختلف طریقوں کی مشق کرائیں۔

☆...... سب سے پہلے خود انہیں معلومات مہیا کی جائیں۔

☆...... انہیں دوسروں تک پہنچانے میں معاون ثابت ہونے والے علمی و عملی عناصر سے آگاہ کریں۔

☆...... نصیحت کیا ہے؟ اور اسے کس طرح موثر انداز میں دوسروں تک منتقل کیا جا سکتا ہے؟

☆...... اللہ کے ارشادات کیا ہیں؟ سنت و بدعت کیا ہے؟

☆...... امر بالمعروف اور نہی المنکر کی کیا اہمیت ہے؟ اس کے دنیوی

واخروی کیا فوائد ہیں؟

☆ ...... دوسروں کو برائی سے روکنے کے لیے شریعت میں کون سا طریق کار پسندیدہ ہے؟

ان حقائق کی تعلیم وتربیت اس طرح کی جائے کہ اس کے اثرات بچے کے رگ وریشے میں اتر جائیں۔

ہماری تربیت کا ثمر ایک ایسی جواں سال ، جواں عقل اور جواں ہمت جماعت کی صورت نظر آئے جو میدانِ دعوت میں اتر کر دعوت کی قوت اور وسعت کو اپنی توانائیوں کے ساتھ لے کر دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل جائے۔

دعوتِ دین کا ماحصل امر بالمعروف اور نہی المنکر وہ فریضہ ہے جسے ادا کرنے کا ہر مسلمان مکلف ہے اس کی ادائیگی افراد ہوں یا اسلام کے نام سے قائم انجمنیں سب کا فریضہ ہے۔

بچے کو قرآنی اور نبوی دعوتِ دین کے اصول سے روشناس کرایا جائے۔ اس میں دین کی محبت اور اس کی تبلیغ کی ایسی تڑپ پیدا کی جائے کہ وہ جہاں بھی شر دیکھے اسے مٹانے اور روکنے کے لیے بے چین ہو جائے۔ جہاں بھی خیر دیکھے اس میں تعاون کے لیے اپنی خدمات پیش کر دے۔ موعظتِ حسنہ اور حکمت اس کے طریقِ تبلیغ کا اہم اور موثر ہتھیار ہو تا کہ کوششیں بار آور ثابت ہوں، موقع محل

دیکھ کر، سامنے والے کے مزاج اور طبیعت کو پیش نظر رکھ کر اسے امر بالمعروف یا نہی المنکر کرے۔

نیز اس مقصد کے لیے عملی انداز تحریری وتقریری ذرائع کو استعمال میں لانے کا شعور پیدا کریں، بچہ جہاں بھی ہو، جس حالت میں بھی ہو، خود کو فریضہ دعوت کا حامل سمجھے۔

گھر کے دیگر افراد میں دعوتِ دین

گھر کے دیگر افراد میں مختلف عمر اور مختلف رشتوں کے لوگ شامل ہیں۔ اگر بچے ہیں تو ان کے لیے جو کچھ گزشتہ سطور میں بچوں کے حوالے سے بتایا گیا ہے۔ اسی کے ممکنہ حصے دعوتِ دین کے حوالے سے عورت اپنے اہداف میں شامل کرے۔ نیز وہ مخصوص حالات، احوال اور ظروف کی بنا پر خود بھی بہت سے انداز سوچ سکتی ہے۔

گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ دعوتی انداز بہت مختلف ہوگا بلکہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ سامنے والا بات تک سننے کے لیے آمادہ نہ ہو۔ ان افراد میں بہ منزلہ ماں باپ بھی ہیں مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی، پھوپھی، چچا، خالہ، ماموں، بڑے بھائی، بڑی بہنیں وغیرہ شوہر کے ہوں یا خود عورت کے۔

کچھ رشتے ہم مرتبہ یا ہم عمر بھی ہوتے ہیں جیسے رشتہ کی بہنیں، نندیں، دیورانیاں، جٹھانیاں وغیرہ۔

اس میں ان رشتہ دار مردوں کا ذکر نہیں کیا گیا جو نامحرم ہیں کیونکہ عورت اس کی مکلّف نہیں ہے کہ وہ ان پر بھی دعوتِ دین پیش کرے یا اس مقصد کے لیے ان

کے ساتھ راہ ورسم بڑھائے البتہ ناگزیر ضرورت کے تحت کسی دیگر محرم رشتے کی موجودگی میں ان سے بات کرسکتی ہے۔ جو عورتیں نامحرم مردوں سے دعوتِ دین کے لیے تعلقات بڑھانا، پردے میں کچھ کمی کرنا یا ان سے بے تکلف ہونا چاہتی ہیں وہ بھول کا شکار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان رشتوں میں حجاب کی جو آڑ رکھی ہے اس میں بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ عورت رشتہ دار خواتین کو دعوتِ دین پیش کرنے کی مکلّف ہے اور مرد مرد رشتہ داروں کو۔ ہاں! مناسب موقع ومحل دیکھ کر دین کی بات ایسے افراد کو بھی ضرور بتانا چاہے۔

یوں تو ہر عورت اپنے گھریلو حالات، متعلقہ فرد سے رشتے کی نوعیت اور اس کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے خود بہتر سمجھ سکتی ہے کہ وہ دین کی بات پہنچانے کا کون سا انداز اختیار کرے لیکن یہاں چند اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

☆...... بڑوں کے ادب، تکریم اور خدمت میں وہ رویہ اختیار کرنا جس کی تلقین اسلام کرتا ہے۔ احسان جتانے کے بجائے نیت صرف یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ میرے اس عمل سے خوش ہوگا۔ جب یہ نیت ہوگی تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوگا کہ انہوں نے میرے فلاں حسنِ سلوک کا جواب حسنِ سلوک سے نہیں دیا۔

☆...... گاہے گاہے متعلقہ افراد سے ان کے پسندیدہ موضوعات پر گفتگو کرنا

...... پھر اس میں اسلام کا دعوتی پہلو تلاش کر کے اس پر بلیغ ولطیف انداز میں بات آگے بڑھانا۔

☆ ...... جن کا رشتہ برابری کا ہے ان سے دوستی، محبت اور ہمدردی کا رویہ رکھنا، ان کے دکھ اور خوشی میں خوشی محسوس کرنا۔

☆ ...... گھر میں روزانہ، ہفتہ وار یا ماہانہ درس وتدریس کا کام کرنا اور کوشش کرنا کہ اس میں تمام افرادِ خانہ شامل ہوں کیونکہ جو بات فرداً فرداً کہنا مشکل ہوتی ہے، تدریس کے ذریعے اسے کہنا اور سمجھانا آسان ہوتا ہے۔

☆ ...... ہر فرد کو اس کی حیثیت اور مرتبہ کا احساس دلا کر اسے اس کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا اور اس سے عملاً کوئی کام کروانے کی کوشش کرنا۔

☆ ...... گھر کے ماحول کو خوش گوار رکھنے میں اپنا کردار مثبت ادا کرنا۔

☆ ...... جس طرح گھریلو کاموں میں اہم اور غیر اہم کا خیال رکھا جاتا ہے، اسی طرح رشتوں میں بھی یہ خیال رکھنا کہ کون، کب، کتنی دیر تک، کس توجہ کا حق دار ہے۔ اگر شوہر ہم خیال ہو تو اس سے مل کر طے کریں ورنہ گھر میں جو فرد بھی ہم خیال ہو اس کو شریک عمل بنائیں۔ اگر اللہ نہ کرے کوئی بھی ہم خیال نہیں تو بھی بہر حال آپ کو اپنا فرض ادا کرنا ہے۔ اپنے حالات کے مطابق سوچیں اور فیصلہ کریں۔

☆ ...... ہو سکے تو گھر میں قرآن وحدیث یا کسی اہم دینی کتاب کی تدریس کا

سلسلہ بھی شروع کریں۔

☆ ......قولی سے زیادہ عملی دعوت کا مظاہرہ کریں، اسلامی رویے اور اخلاق کو پیش نظر رکھیں، عملی تبلیغ خاموش قاصد کا کردار ادا کرتی ہے۔ مثلاً جب نماز کا وقت آئے تو کام چھوڑ کر یہ کہہ کر اٹھ جایئے کہ اذان ہوگئی ......اللہ آواز دے رہا ہے......اپنے دربار میں بلا رہا ہے......اے نفس اٹھ اور اپنے لیے کچھ مانگ لے ......خیر وفلاح، شفا، عافیت، مغفرت، وغیرہ......وضو کرنے میں ممکن ہو تو بچوں اور بڑوں کو بھی ساتھ ملالیں۔ بچوں سے بلند آواز سے دعا پڑھوائیں۔ جسے بڑے بھی سن کر دہرالیں گے یا بار بار سننے سے ازبر کرلیں گے۔

گھر میں آنے والے دیگر افراد

گھروں میں اکثر مہمان، اقربا اور اہلِ محلّہ کی بھی آمد ورفت رہتی ہے۔ ایک مسلمان عورت کو ان کی مہمان نوازی کرتے ہوئے...... یا ان سے کوئی اور معاملہ کرتے ہوئے اسلامی اخلاق کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔ کوشش کرے کہ ان کو دین کی کوئی ایسی بات بتا دے جو انہیں معلوم نہیں یا معلوم ہونے کے باوجود وہ اس پر کاربند نہیں ہیں۔ اگر ان میں شرعی حوالے سے کوئی کوتاہی ہے تو اس انداز سے اصلاح کرے کہ ان کو برا بھی محسوس نہ ہو اور کسی طرح وہ اس کوتاہی سے واقف ہو کر اسے چھوڑنے پر آمادہ بھی ہو جائیں۔

ملازمین:

گھروں میں جزوی وقت یا ہمہ وقت رہنے والے ملازمین بھی اس عورت کے دائرہ دعوتِ دین میں اس وقت تک ہوتے ہیں جب تک وہ اس گھر میں رہتے ہیں۔ ملازمین چونکہ اجرت وصول کر کے گھریلو خدمات انجام دیتے ہیں اور وہ اپنے صاحب البیت یا ربۃ البیت (گھر والی) کا حکم ماننے کے پابند ہوتے ہیں لہٰذا عورت ان تک دعوتِ دین آسانی سے پہنچا سکتی ہے۔ مثلاً

☆......نماز کے اوقات میں نماز ادا کروانا، نیز وضو اور نماز کا طریقہ بتانا۔

☆......قرآن حکیم ناظرہ اور اس کے بعد ترجمہ سکھانا، دعائیں یاد کروانا۔

☆......دینی کتب کا مطالعہ کروانا۔

☆......اگر وہ پڑھنے سے نابلد ہیں تو انہیں پڑھنا لکھنا سکھانا۔

☆......اصلاحِ زبان کرنا۔

☆......کسی بھی کام کو انجام دیتے ہوئے اسے قرآن وسنت کے بتائے گئے احکام کے ساتھ کروانا اس طرح تبلیغ بھی ہوگی اور اپنا کام مشروع طریقے سے ہوگا۔

☆......اسلامی احکام وآداب کی حکمت بھی ساتھ ساتھ بتانا۔

☆......ملازمین کو پابند کرنا کہ وہ ساتر لباس پہنیں۔

☆......انہیں درس وتدریس میں شمولیت کا موقع دینا۔

☆......کیسٹ کے ذریعے تلاوت، تقریر یا دیگر پروگرام سنوانا۔

☆......ان کے ذاتی مسئلوں میں دل چسپی لینا، ممکن ہو تو اخلاقی یا مالی مدد بھی کرنا۔

گھر کی سلطنت میں عورت کی دیگر اہم ذمہ داریاں

ایک مسلمان گھرانے کی راعیہ کا ہر عمل عبادت کہلاتا ہے بشرطیکہ وہ اسے اللہ کی رضا کی خاطر، اخلاص نیت کے ساتھ، قرآن وسنت کے بتائے ہوئے احکام و آداب کو ملحوظ رکھ کر انجام دے۔

گھر کی سلطنت میں عورت کی حیثیت ناظم الامور کی سی ہے جب کہ سربراہِ مملکت کی حیثیت مرد کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کی اس حیثیت کے بارے فرمایا:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ [النساء ٣٤]

”مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض میں سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں“۔

گھر کے تقریباً ۹۰٪ امور کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں ہے اور اس کی

صواب دید پر منحصر ہوتی ہے۔ گھر کا نقشہ اور ظاہری حالت سے یہ نظر آنا چاہئے کہ اس گھر کی راعیہ ایک مسلمان عورت ہے۔ مثلاً

مرد کا احترام اور اطاعت:

اللہ تعالیٰ نے مرد کو گھر کا سربراہ بنایا ہے۔ اس کی یہ حیثیت واضح طور پر نظر آنا چاہئے عورت جب مرد کی اطاعت اور احترام کرے گی۔ نیز بچوں میں بھی باپ کے احترام اور خدمت کا جذبہ پیدا کرے گی تو اس کی یہ حیثیت مستحکم ہوگی۔ اگر عورت نے ہی اطاعت سے روگردانی کی یا اس جذبے کو سرد کر دیا تو پھر بچے اور دیگر افراد بھی نرم پڑ جائیں گے۔ جن امور کا ذمہ دار مرد ہے اگر وہ ذمہ دار نہیں بھی تو عورت کو چاہئے کہ اس کا احساس دلائے۔

باہمی محبت:

گھر کے تمام افراد میں باہمی محبت کی فضا ہونا چاہئے۔ اس میں بھی عورت ہی بھرپور کردار ادا کرتی ہے۔ اہم امور کو باہم صلاح ومشورہ سے طے کیا جائے، خصوصاً بڑوں سے مشورہ کر کے ہی کوئی قدم اٹھایا جائے۔ خفیہ طور پر کوئی کام کرنا یا کسی کام میں دوسروں کو شمولیت کے لائق ہی نہ سمجھنا معاشرتی روابط کے لحاظ سے اچھی بات نہیں بلکہ اس سے دوریاں بڑھتی ہیں۔ البتہ جب کوئی بات بتانا نہ چاہے تو اس کی کھوج کرید میں پڑنا بری بات ہے۔ اور نہ ہی اس پر غصہ کرنا چاہئے کہ

ہمیں بتایا کیوں نہیں گیا۔ ہر ایک اپنے ذاتی معاملات کے بارے بہتر جانتا ہے کہ وہ کسے بتائے اور کسے نہ بتائے؟ چغل، غیبت، بدگمانی، بدخلقی گھر کے سکون کو غارت کر دینے والی عادات ہیں، اسلام نے اس لیے ان سب کو گناہِ کبیرہ بتایا ہے ان گناہوں سے بچنا اپنی آخرت کی کامیابی کے لیے بھی ضروری ہے۔

گھر کا ساز وسامان:

گھر کے ساز وسامان سے یہ بات از خود عیاں ہو کہ اس گھر کے امور چلانے والی خاتون دین قیم کی پیروکار ہے۔ نہ تو اشیائے تعیش کی فراوانی ہو نہ آرائشی اشیاء کی بھرمار ہو۔ ساز وسامان پر تصاویر یا مجسمے اور سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال اسلام میں حرام ہے۔ نیز غیر مسلموں کے مذہبی شعار کی تصاویر بھی حرام ہیں، مثلاً کسی چیز پر صلیب (عیسائیت کی علامت) درانتی (کمیونسٹوں کی علامت) چھ کونوں والا ستارہ (یہودیوں کی علامت) ترشول (ہندو کی علامت) کڑا کرپان (سکھوں کی علامت) گرجا، مندر کی تصاویر نہ ہوں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اس چیز پر صلیب ہوتی اسے توڑ دیتے تھے۔ [سنن ابی داؤد]

ساز وسامان سے سادگی اور مسافرت کے آثار ٹپکتے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

كن في الدنيا كأنك غريب او عابر سبيل. [صحیح بخاری]

"دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک پردیسی یا راہ چلتا مسافر"۔

اگر شوہر یا والدین کا مزاج اشیائے ضرورت میں آرائش اور کثرت کی طرف مائل ہو تو خاتونِ خانہ انہیں ناراض کر کے سادگی اور کم اشیائے ضرورت پر اصرار نہ کرے تاکہ گھر کی فضا مکدر نہ ہو۔ البتہ حرام اشیاء سے اجتناب کے بارے انہیں سمجھایا ضرور جائے۔ مثلاً کیبل، سونے چاندی کے برتن، مجسمے وغیرہ۔

بچوں کے کھلونے:

بچوں کے کھلونوں میں نہ تو اسراف ہو نہ بہتات۔ جانداروں کے مجسمے یا تصاویر نہ ہوں تو بہتر ہے کیونکہ ان کی موجودگی میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ جن مجسموں میں شبیہہ واضح نہ ہو ان میں کوئی حرج نہیں مثلاً کپڑے یا روئی کی ایسی گڑیا جس کے ناک منہ، ہاتھ پاؤں وغیرہ کی مشابہت اصل کے مطابق نہیں ہوتی۔ دورِ حاضر میں گڑیا اور دیگر جانوروں کے مجسمے اصل شکل کے مطابق ہوتے ہیں اکثر گڑیائیں عورت کے برہنہ جسم کے مجسمے سے مشابہت رکھتی ہیں۔ یہ قسم ممنوع بھی ہے اور حیا و اخلاق کے منافی بھی۔

بعض کھلونوں میں میوزک چلتا ہے اور تصاویر بھی آتی ہیں۔ کچھ کھلونے کسی میوزک والی شے کے مشابہہ ہوتے ہیں، ان کا استعمال کرنا بھی پسندیدہ نہیں۔ اس سے آلاتِ موسیقی کی ترویج ہوتی ہے۔ جب کہ آلاتِ موسیقی کا توڑ دینا واجب

ہے۔[دیکھیے فتاوی خواتین السلام]

جو کھیل اسلام میں ممنوع ہیں ان سے بھی بچوں کو منع کریں مثلاً لڈو، شطرنج وغیرہ۔

غذا:

ایک مسلمان عورت کے گھر میں غذا کے حصول اور تیاری نیز اس کو پیش کرنے کا طریقہ بھی اسلامی آداب کا بہترین مرقع ہوتا ہے۔ وہ یہ خیال رکھتی ہے کہ غذا کا حصول صرف حلال ذریعے سے ہو۔ اس میں کسی حرام چیز کی آمیزش نہ ہو مثلاً الکوحل، سور کی چربی، گوشت، دودھ یا آنتوں وغیرہ کی آمیزش دیگر حرام جانوروں کی ہڈیوں یا دودھ سے تیار کردہ اشیاء، وغیرہ...... نیز وہ ایسی غذا استعمال کرتی ہے جو کم وقت میں تیار ہو۔ گھنٹوں کھانے کی تیاری میں لگے رہنا وقت کو ضائع کرنا ہے غذا سادہ ہو تاکہ صحت و توانائی حاصل ہو، پر تکلف اور مرغن غذائیں صحت کی بجائے بیماری لاتی ہیں۔ ایک مسلمان عورت کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے کھانے میں کسی مہمان، پڑوسی، مسکین یا محتاج کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ضرور شامل ہو۔

دستر خوان پر بیٹھتے وقت مسنون آداب کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ہر بار بچوں کو کھانے کی دعائیں اور آداب بتائے جاتے ہیں تاکہ یہ ان کی عادات کا حصہ بن جائیں۔

گھر کے بیمار اور کمزور افراد کی غذائی ضرورت کو سامنے رکھ کر ان کے لیے کھانا تیار کیا جانا چاہیے۔ نیز اگر مرد کا مزاج مرغن اور پر تکلف غذائیں کھانے کا ہے یا والدین میں سے کسی کا مزاج ایسا ہے تو ان کے لیے پر تکلف غذا کا اہتمام اس لیے کریں کہ ان کا دل خوش ہو جائے اور اگر ان کی عادت برہم ہونے کی ہے تو فضا کو برہمی کی کیفیت سے بھی بچایا جا سکے۔ عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے خاوند کے حسب پسند زندگی گزارے بشرطیکہ اس میں اللہ کے کسی ممنوعہ حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو۔

صفائی اور سلیقہ:

صفائی اور سلیقہ مسلمان عورت کا خاص شعار ہے۔ لہٰذا اس کی عادت اپنے اندر بھی پیدا کریں اور بچوں میں بھی۔ گھر میں چھری، قینچی، کنگھی، چاقو غرض ہر چیز کی ایک جگہ مقرر ہونا چاہیے اور یہ تاکید ہو کہ جو بھی استعمال کرے واپس وہیں رکھے تاکہ وقت پڑنے پر ڈھونڈنے میں دقت نہ ہو۔ وقت پر ضرورت کی چیز نہ ملنے سے ہی بعض لوگوں کی طبیعت برہم ہو جاتی ہے۔ جس کا اثر گھر کی مجموعی فضا کو بھی خراب کر دیتا ہے۔

ضرورت کی چیز استعمال کرنے کے بعد صاف کر کے رکھیں تو خود بخود صفائی اور نفاست کا مزاج بنتا ہے۔

گندی اور میلی اشیاء کے استعمال سے گندگی میں اضافہ ہوتا ہے اور بیماریوں کے جراثیم کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے۔ نیز گندی چیزیں دیکھ کر دوسرے کو گھن آتی ہے۔ گھر میں اگر کم اور صرف حسب ضرورت چیزیں ہوں تو بھی ان کے سنبھالنے اور صفائی کرنے کا کام کم ہو جاتا ہے۔ بچوں کو بھی تاکید کرتے رہیں کہ گندگی نہ پھیلائیں اور صفائی میں مدد کریں۔ بے کار اشیاء کو سنبھال کر رکھنے کی بجائے نکال دینا بہتر ہوتا ہے۔ کوڑے کرکٹ کے برتن بھی صاف اور ڈھک کر رکھیں۔ کاغذ کے پرزے یا کاغذ کوڑے میں مت پھینکیں۔ انہیں جمع کر کے جہاں نیا کاغذ تیار ہوتا ہے وہاں بھجوا دیں۔ کاغذ اکٹھا کرنے والے مزدور کو دے دیں وہ خود پہنچا دے گا۔ خطرناک اشیاء بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں تاکہ حادثات سے بچا جا سکے۔

لائبریری:

گھر میں ایک چھوٹی سی لائبریری ضرور ہونی چاہئے جس میں تفسیر، حدیث، نیز ہر شخص کے علمی ذوق اور علمی سطح کے مطابق قرآن و حدیث کی تفہیم پر مشتمل کتابیں ہوں۔ بچوں کو مفید مطالعہ کرنے یا کسی کتاب کو مکمل کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے نیز چھوٹا موٹا انعام بھی دیا جائے۔ ان سے اخبارات یا کتابوں کے اقتباسات پڑھوا کر سنیں تاکہ ان میں مطالعہ کی عادت پیدا ہو۔ انسان مطالعے

کے ذریعے جو کچھ سیکھتا ہے وہ سن کر سیکھنے کی نسبت زیادہ دور رس نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ دین سے دور اور بیزار کرنے والی نیز اخلاق اور حیا کو بگاڑنے والی کتب اور رسائل سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اس غلاظت سے گھر سے غیر محسوس طریقے سے برکت اور دین کی دولت اٹھتی جاتی ہے۔

کیسٹ لائبریری:

دور حاضر میں آڈیو اور ویڈیو نے کتاب کی جگہ حاصل کر لی ہے۔ بچے ان میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ لہذا گھر میں ایک ایسی کیسٹ لائبریری بھی رکھیں جس میں تلاوت و ترجمہ، احادیث اور علمائے اسلام کی تقاریر، دین و اخلاق پیدا کرنے والی کہانیاں، حمد و نعت، اخلاق اور جہاد پر مشتمل نظمیں بھی ہوں تاکہ بچے اور بڑے اس تفریح سے بھی صرف دین و اخلاق ہی کی بات سیکھیں۔

افراد کا حلیہ اور لباس:

کسی فرد کا حلیہ اس بات کا غماز ہوتا ہے کہ وہ کس مزاج کا مالک اور کس مذہب کا پیرو ہے۔ پتلون اور جینز ...... شلوار قمیض ...... تہ بند کرتا ...... ہیٹ اور ٹائی ...... ٹوپی اور پگڑی ...... بالوں اور داڑھی کی تراش خراش ...... ہاتھ میں پکڑا ہوا پرس یا بیگ ...... لباس کا رنگ اور تراش خراش ...... جوتا اور جراب ...... کسی عورت کا زیور اور میک اپ ...... برقع، دوپٹہ یا چادر ...... دیکھ کر ہم سمجھ جاتے ہیں کہ وہ کس مزاج

کا حامل ہے۔

ایک مسلمان کا لباس اور حلیہ سنت سے قریب تر ہوتا ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ وہ اپنے نظریہ حیات اسلام پر مطمئن بھی ہے اور پر اعتماد بھی۔ نیز یہ دین کی خاموش اور موثر تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ مسلمان کا لباس ڈھیلا ڈھالا، سیدھا سادا اور کم خرچ ہوتا ہے۔ بے جا آرائش اور نمائش سے کوسوں دور...... اس کے لباس پر کسی کتے، بلی، چڑیا، وغیرہ کی تصویر نہیں ہوتی۔ اسے معلوم ہے کہ جہاں تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے ہی نہیں آتے۔

اس کے لباس پر کسی فلمی ایکٹر، کرکٹر یا کسی اور شخص کی بھی تصویر نہیں ہوتی۔ نہ ہی فلمی ایکٹروں اور کرکٹروں یا غیر مسلموں اور فاسق و فاجر لوگوں کے نام لکھے ہوتے ہیں کیونکہ ایسا ہونا ان سے وابستگی اور محبت کی علامت ہے جب کہ شریعت ہمیں ایسے لوگوں سے نفرت کرنا اور ان کے مجلس میں بیٹھنے سے اجتناب کرنا سکھاتی ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں صلیب ہوتی اسے توڑ دیتے۔ (سنن ابی داود) لہٰذا ایک مسلمان کے لباس، بٹن، کالر، جھالر، پرس، کلپ، زیور وغیرہ پر صلیب، چھ کونوں والا ستارہ، کسی گرجا گھر، مندر یا غیر مسلموں کے مذہبی شعار کی کوئی تصویر و شبیہہ نہیں ہوتی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ وسلم المشتبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔ [صحیح بخاری، کتاب اللباس واصحاب السنن اربعہ بروایت ابن عباس]

''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی جو عورتوں کا لباس اور حلیہ اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں کا لباس اور حلیہ اختیار کرتی ہیں''۔

لہٰذا مسلمان مرد پونیاں لگانے، چٹیا کرنے، زیور پہننے، ریشمی کپڑے پہننے، پھولدار، گوٹے کناری والے لباس پہننے، مٹک مٹک کر چلنے، نسوانی جوتے پہننے، میک اپ کرنے، نیز عورتوں کی دیگر عادات اپنانے کو حرام سمجھتا اور اس سے اجتناب کرتا ہے۔ جب کہ عورت مردانہ قمیض، جینز، پتلون، پہننے، مردوں جیسے بال بنانے اور مردانہ سرگرمیوں میں شامل ہونے کو ممنوع سمجھتی ہے۔

ایک مسلمان مرد کا نیچے کا کپڑا تہ بند، شلوار، پاجامہ نصف پنڈلی تک ہوتا ہے اور اس کے ٹخنے ننگے ہوتے ہیں اور اس کی پوری داڑھی ہوتی ہے۔ ایک مسلمان عورت کا لباس نہ تو باریک ہوتا ہے کہ بدن کی جھلک اور جلد نظر آئے۔ نہ اتنا تنگ ہوتا ہے کہ اعضاء کی بناوٹ نمایاں ہو۔ وہ گھر میں موٹا اور چوڑا دوپٹہ اوڑھتی ہے اور گھر سے باہر نکلتے ہوئے ایسی چادر یا برقع اوڑھتی ہے جو اس کے بناؤ سنگھار،

زیور اور لباس کو مکمل چھپا لے نیز اس کا یہ برقع یا چادر سادہ، آرائش سے مبرا، موٹا اور ڈھیلا ڈھالا ہوتا ہے۔

ایک مسلمان گھر کے بچوں کا لباس بھی ان کی صنف کے مطابق ہوتا ہے۔ لڑکے کا لباس مردانہ ......اور لڑکیوں کا لباس زنانہ۔

مسلمان عورت یہ جانتی ہے کہ گو بچے خود مکلّف نہیں لیکن والدین مکلّف، ذمہ دار اور مسئول ہیں، اگر وہ لڑکے کو لڑکیوں جیسا لباس پہناتی ہے یا لڑکی لڑکوں جیسا حلیہ بناتی ہے تو اللہ تعالیٰ ماں باپ سے ضرور پوچھے گا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ مسلمان عورت کے ذہن میں حسن رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ہوتا ہے۔ جب انہوں نے بچپن میں صدقے کی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چخ، چخ، جلدی باہر نکالو اور انگلی حلق میں ڈال کر اس کھجور کو باہر اگلوا دیا اور فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آل محمدؐ پر صدقہ کی چیز کھانا منع ہے۔

[صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب مایتنزہ من الشبہات۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تحریم الزکاۃ علی رسول اللہ وآلہ]

عورت خوب جانتی ہے کہ یہ ذمہ داری ماں باپ کی اور بڑوں کی ہے کہ وہ بچے کو حرام غذا، حرام لباس اور حرام عادات سے باز رکھیں۔ اگر وہ اسے باز رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کرتے تو وہ اللہ کے ہاں مجرم ہیں اور بچے کی عادات کو بگاڑنے کا ذریعہ۔

تقریبات:

گھر کی سلطنت کا ایک اہم حصہ تقریبات بھی ہیں۔ ایک مسلمان گھرانہ ان کے انعقاد میں اسلامی تعلیمات کو مدنظر رکھتا ہے تقریبات چار قسم کی ہوتی ہیں۔

مذہبی تقریبات:

مثلاً عید الفطر، عید الاضحیٰ، صومِ رمضان وغیرہ۔ ایک مسلمان ان تقریبات کا کمال شوق کے ساتھ انتظار کرتا ہے۔ ان کے استقبال کے لیے دل و ذہن کے دریچے وا کرتا ہے۔ قبل از وقت ان کے تقاضے پورے کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔ اپنے گھر کے ہر فرد کو ان کی اہمیت، ان کی اصل روح اور پس منظر سے آگاہ کرتا ہے۔ ان کا چاند دیکھنے کے لیے چھتوں پر چڑھتا اور مسنون دعا کے ساتھ استقبال کرتا ہے۔ دینی محبت اور غیرت کو زندہ رکھنے کے لیے ان کے ساتھ والہانہ وابستگی اشد ضروری ہے اس کے بغیر ان تقریبات سے وابستگی صرف رسمی حد تک باقی رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ دورِ حاضر میں ہماری نوجوان نسل کے ساتھ یہ المیہ وقوع میں آچکا ہے۔ جس کے ذمہ دار وہ مسلمان والدین ہیں جنہوں نے ان تقریبات و ایام کی محبت، وابستگی اور والہانہ ذوق و شوق ہی پیدا نہیں کیا۔

جو تقریبات اسلام کے نام پر خود ساختہ ہیں مثلاً شب معراج، عید میلاد النبی وغیرہ ان کا انعقاد کیوں درست نہیں؟ اس کے بارے بچوں کو اہل خانہ کو اور دیگر

متعلقہ افراد کو ضرور بتانا چاہیے تا کہ نہی المنکر کا بھی فریضہ ادا ہو۔

قومی تقریبات:

اسلام مشروع تقریبات کے علاوہ کسی بھی تقریب کی اجازت نہیں دیتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ تقریبات قومی زندگی کا بہت سا مال، توجہ اور وقت کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں، نیز قومی تقریبات منانا غیر مسلموں کا شعار ہے۔ مسلمان صرف مذہبی تقریبات مناتا ہے اور مذہبی تقریب بھی وہ جن کی دلیل قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

غیر اسلامی تقریبات:

کرسمس، ویلنٹائن ڈے، نیو ائیر، مدر ڈے، فادر ڈے، بسنت، ہولی۔ ان کو منانا تو درکنار ایک مسلمان کا ان تقریبات کی مبارک باد اس کے منانے والوں کو دینا، اس تقریب کی مناسبت سے اشیاء فروخت کرنا یا بنانا، مثلاً کرسمس مبارک، ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے کیک بنانا یا بسنت پر پتنگیں، پیلے دوپٹے یا کارڈ چھاپنا اور فروخت کرنا غرض ان میں کسی بھی قسم کی دل چسپی لینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی کوئی پرواہ نہیں۔ ان تقریبات میں حصہ لینے سے غیر مسلموں اور مسلموں کے درمیان یک جہتی کی فضا پیدا ہوتی ہے جو دینی غیرت اور حفظِ ناموس کا جذبہ ختم کر دیتی ہے نیز

اسلام اور کفر میں یک جہتی کیسی؟ بھلا نور اور ظلمات بھی کبھی ہم آہنگ ہوئے ہیں؟

سماجی تقریبات:

ان میں شادی، عقیقہ اور موت کی رسومات وغیرہ شامل ہیں۔ ایک مسلمان گھرانہ ان تمام تقریبات یا رسومات میں صرف ایک چیز مدنظر رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشی اور غمی کے وقت دیے ہوئے احکام کیا ہیں۔ نکاح، ولادت، عقیقہ، موت زندگی میں کسی اہم نعمت کے حصول پر فرحت اور مسرت کا مشروع اور مسنون انداز کیا ہے؟ کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا؟ یہ سب مدنظر رکھنا ہیں۔

خوشی میں اچھل کود، ناچ گانا، غیر مسلموں کی رسومات، آتش بازی، مسہری سجانا، آرائش، قمقمے جلانا، اسراف وتبذیر کی مختلف شکلیں ہیں۔ نیز موت کے موقع پر نوحہ کرنا قل، چالیسواں، چھ ماہی، برسی، ختم، یہ سب کام ممنوع ہیں۔

خوشی اور غمی کے موقع پر انسان کی اصل حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ لوگ ان مواقع پر حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں لیکن ایک مسلمان خاتون ایسے میں بھی شرعی حدود کی پاسداری کرتی ہے۔

آخری بات

مندرجہ بالا سطور میں عورت کی ذمہ داریاں (دعوتِ دین) اسلامی سلطنت کے ذیلی ادارے گھریلو ریاست کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں۔ غالباً ان کو پورا کرنے کے بعد عورت کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ باہر کی کوئی ذمہ داری مول لے۔ سوائے اس عورت کے جس کی اولاد نہ ہو، یا وہ بچوں کو پال پوس کر ان کی شادیاں کر کے فارغ ہو چکی ہو یا جس عورت کی کوئی معاشی مجبوری اسے باہر نکلنے پر مجبور کرے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو نازک، اہم اور ناگزیر ذمہ داری اسلام نے عورت کے ذمے لگائی ہے وہ مرد کی ذمہ داریوں کے مقابلے میں کم تر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے عورت کے نازک جسم اور اس کی نرم و ملائم طبیعت کو گھر کی چار دیواری میں ایک باوقار ذمہ داری سپرد کی اور اسے گلیوں، بازاروں، دفتروں، جنگلوں، فضاؤں، سمندروں، جنگ کے میدانوں اور فیکٹریوں کے دھوؤں میں ..... طوفان، بارش، شدید سردی اور گرمی میں مارے مارے پھرنے اور تلاشِ معاش کا ذمہ دار نہیں بنایا بلکہ اسے گھر جیسی پر سکون اور محفوظ ریاست کی ملکہ بنایا جہاں وہ انسانی بیج کی نشوونما کے لیے زمین مہیا کرتی ہے۔ ایک

ایک پودے کو اپنے نازک ہاتھ سے سینچتی، سنوارتی اور تراشتی ہے۔ جہاں وہ بوڑھے افرادِ خانہ کو خوشی، محبت، اعتماد، خدمت اور احترام کی فضا مہیا کرتی ہے، جہاں وہ قوموں کے لیے افراد کی تربیت کرتی ہے۔

انسانیت کی یہ وہ خدمت ہے جسے دنیا کا کوئی چلڈرن ہوم، کوئی اولڈ ھوم، کوئی نرسری سکول انجام نہیں دے سکتا۔ جن کوتاہ اندیش لوگوں نے اس کا متبادل تلاش کیا ان کی تباہی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ افسوس! اس کے باوجود ہمارے چند عقل گزیدہ دانش ور اس تباہی کو انسانیت کا تریاق قرار دے رہے ہیں۔ جب کہ اسلامی تاریخ کا طویل دورانیہ، تجربہ اور مشاہدہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ جب عورت گھر کے دعوتی محاذ پر ڈٹی ہوئی تھی تب اسلام اور مسلمانوں نے بڑے طمطراق سے صدیوں اپنی اسلام پسند کامیابی اور امن پسند حکم رانی کے جھنڈے دنیا کے تمام اطراف میں گاڑے رکھے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں سے تخت وتاج تب نکلا جب عورت نے گھر کا مورچہ چھوڑ دیا۔ آج بھی مسلمانوں کو اپنا کھویا ہوا غلبہ حاصل کرنے کے لیے عورت کو دوبارہ گھر کے دعوتی محاذ پر بھیجنا ہوگا، وہی مردانِ کار تیار کرے گی جو صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، امام ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن جوزی، طارق بن زیاد بن کر اقصائے عالم پر چھا جائیں گے۔ انشاء اللہ!

دورِ حاضر میں مختلف مذہبی جماعتیں اور تنظیمیں عورت کو یہ کہہ کر گھر سے باہر

نکال رہی ہیں کہ جب بے راہ اور بے دین عورت گھر سے باہر نکل کر گمراہی پھیلانے میں بھرپور کردار ادا کر رہی ہے تو کیوں نہ اس کے توڑ کے لیے، اس کے حملے روکنے کے لیے دین پسند خواتین بھی چار دیواری سے نکل کر اصلاح و تبلیغ کا فریضہ انجام دیں۔ سطحی نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات دل کو لگتی ہے لیکن یہ طرزِ فکر بھی ایک سخت غلط فہمی کا حامل ہے۔ عوام کو یہ باور کر دیا گیا ہے کہ دین کا کام صرف وہی ہے جو محسوس صورت اختیار کرے، مثلاً درس و تدریس، تعلیم، تعلم یا کسی مذہبی جماعت کی کوئی ذمہ داری لینا اور نبھانا۔ بعض خواتین نے ملازمت کے میدان میں اس لیے قدم رکھا کہ اگر دین پسند خواتین ان جگہوں پر نہیں آئیں گی تو بے دین خواتین ہر میدان پر چھا جائیں گی اس طرزِ فکر کا نتیجہ یہ ہوا کہ خواتین میں ملازمت کا رجحان بڑھ گیا اور گھر سے باہر نکل کر تبلیغ دین کو اہم فریضہ سمجھ لیا گیا۔ ایسی خواتین صبح صبح جلد ناشتہ کر کروا کر بچوں کو اسکول بھیج دیتی ہیں، چھوٹے بچے گھر میں موجود بوڑھے افراد یا ملازمہ کے سپرد کرتی اور خود اپنی مصروفیت یا ملازمت پر نکل جاتی ہیں ...... وقت پر نہ کھانا، نہ پینا ...... گھر میں بدنظمی اور بے ترتیبی ...... بچوں کی تربیت سے صرفِ نظر ...... میاں کو توجہ دینے اس کی خدمت اور احترام سے کترانے کی روش عام ہو رہی ہے۔

بعض مائیں بچوں کو گھروں میں اکیلا چھوڑ کر تالا لگا کر چلی جاتی ہیں۔ جب

بڑے سر پر نہیں ہوتے تو بچوں میں بداخلاقی، بدزبانی اور سنگین قسم کی خرابیاں جڑ پکڑتی ہیں۔ آگ، بجلی اور جھگڑے کی صورت مار کٹائی کے خطرناک حادثات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ بڑے بچے ماں کی توجہ نہ پا کر اپنی دلچسپیاں بیرونی دنیا میں تلاش کر لیتے ہیں جہاں خطرناک اور اخلاق باختہ اور ملحدانہ فتنے ان کو نگل لینے کے لیے ہر قدم پر جبڑے کھولے کھڑے ہوتے ہیں۔ بوڑھے افراد جنھیں اس عمر میں اپنی اولاد کی توجہ، محبت، اور اپنے سامنے موجود رہنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ تنہا رہ رہ کر چڑ چڑے ہو جاتے ہیں۔ گھر سے باہر جانے والی خاتون سے کچھ بجا اور کچھ بے جا شکایات کے انبار جمع ہو کر باہم رنجش اور جھگڑے کی صورت نمودار ہوتے ہیں۔ گھر آنے والے مہمانوں کا گھر والی کو نہ پا کر چہرہ اتر جاتا ہے۔

نتیجہ یہ کہ خاتون جس موقر، مہذب، محبت بانٹنے والے دین کی تبلیغ کے لیے گھر سے نکلی تھی، اس کے اپنے گھر سے اس دین کا دن بدن اخراج ہوتا جاتا ہے۔ بچوں کا اسلام سے تعلق کمزور ہوتے ہوتے برائے نام رہ جاتا ہے۔ ادھر جس جماعت کے تحت وہ گھر سے نکلی تھی وہ خوش ہوتی ہے کہ جماعت کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے، کام بڑے پیمانے پر پھیل رہا ہے۔ افراد بڑھ رہے ہیں نیز یہ کہ اس سے بھی زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ عورت سے صرف دو باتوں کا سوال کرے گا خاوند اور بچے ......

جیسا کہ ہم اس موضوع کے آغاز میں حدیث کی رو سے واضح کر چکے ہیں۔ گویا یہ دو سوال اس کے امتحان میں (حقوق العباد) لازمی ہوں گے، اگر ان میں نمبر اچھے مل گئے تو خیر! اگر ان میں کارکردگی تسلی بخش نہ ہوئی تو دیگر امور میں کارکردگی اچھی ہونے کے باوجود ناکام ہونے کے امکانات موجود ہیں۔ گویا دیگر امور نفل یا مستحب ہیں جب کہ خاوند اور بچے فرض۔ فرض میں کوتاہی کرنا اور نفل یا مستحب میں چستی اختیار کرنا دانش مندی نہیں ہے۔

گھر سے نکلنے کی جو غلطی بے دین خواتین نے کی تھی وہی غلطی دین پسند خواتین نے بھی کی۔ شریعت نے عورت کو چاردیواری میں دعوتِ دین اور ذمہ داریاں سپرد کیں۔ وہ اپنا محاذ چھوڑ کر اس محاذ پر چلی گئی جہاں اس سے بہتر صلاحیتوں کا حامل سپہ سالار (مرد) مقرر کیا تھا۔ یوں مرد کی کوشش بھی متاثر ہوئی اور عورت کا محاذ ہی سرے سے خالی رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

المرءة عورة اذا خرجت استشرفها الشيطان. [حديث حسن صحيح غريب، سنن ترمذي ابواب الرضاع، باب ماجاء في كراهية الدخول على المغيبات]

”عورت چھپانے کی چیز ہے پھر جب یہ (گھر سے) نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے“۔

عورت کے لیے بہتر اور پاکیزہ جگہ وہی ہے جس کی بار بار قرآن و حدیث میں وضاحت کی گئی ہے یعنی گھر، رہا مجبوراً گھر سے باہر نکلنا تو اس کی اسے اجازت ہے لیکن چند شرائط کے ساتھ۔

البتہ جو سن یاس کو پہنچ چکی ہے وہ گھر سے نکل کر کوئی کام سرانجام دے۔ مثلاً دعوتِ دین یا ملازمت وغیرہ تو اس کے لیے کوئی ہرج نہیں۔

اس موضوع پر تفصیلی بات ان شاء اللہ "عورت اور تبلیغ" کے عنوان سے مرتب کردہ کتابچے میں کی جائے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد الله رب العالمين

والصلوة والسلام على سيد المرسلين

اسلامی معاشرت

کے اہم انفرادی پہلو

- ☆ انسان کا مقصد حیات اللہ کی عبادت واطاعت ہے۔ لہذا ہر لمحے اس کی عبادت واطاعت کے تقاضے...... اطاعت رسول ﷺ کی حدود میں رہ کر کرنا۔
- ☆ خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت اور محبت کو ہر شعبہ زندگی میں ملحوظ رکھنا۔
- ☆ اولاد کو اللہ کی خاص نعمت سمجھ کر...... اسلامی اقدار و آداب کے تحت اس کی پرورش کرنا۔
- ☆ بلوغ کی عمر کو پہنچتے ہی فوراً نکاح کا اہتمام کرنا۔
- ☆ انتخاب زوج کی تلاش میں تقویٰ کو ترجیح دینا۔
- ☆ طویل منگنی کی بجائے نکاح اور رخصتی کرنا۔
- ☆ اشیائے ضرورت میں نبوی معیار کو نمونہ بنانا...... زائد ملے تو اللہ تعالیٰ کی حدود میں رہ کر خرچ کرنا۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کے حکم استیذان پر عمل کرنا۔
- ☆ ستر وحجاب...... اور غض بصر کی پابندی کرنا۔

☆ حقوق لینے کی بجائے دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوشاں رہنا۔

☆ مرد کا منصب قوام کے تقاضے ...... کفالت بہ کسب حلال ...... حفاظت اوامر ونواہی ...... اور امارت وخلافت کا علم حاصل کرنا ...... اور ممکنہ حد تک اسے بروئے کار لانا......

☆ خواتین کا احترام اور وقار برقرار رکھنا۔

☆ عورت کا گھر میں ٹک کر اطاعت قوام (شریعت کی حدود میں رہ کر) کرنا اور نگرانی اطفال کی ذمہ داریاں نبھانا۔

☆ دنیا کی دیگر اقوام کی مسرفانہ زندگی اور تعیش کے بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز حیات کی پیروی کرنا۔

☆ رفاہ دنیا کے بجائے فلاح آخرت میں ڈوبے رہنا۔

☆☆☆

ہماری مطبوعات

حدیث نبوی ﷺ کے چند محافظ	60
وسیع الصفات اللہ (اسماء الحسنیٰ)	120
لفظ اللہ کا ترجمہ خدا کیوں؟	16
بسم اللہ دعا دوا شفا	26
زندہ کا مردہ کے لیے ہدیہ اور قرآن خوانی	27
علیم وخبیر کے نام خطوط	100
مدینہ منورہ اسماء اور فضائل	50
شہادت گہ الفت میں	70
مضامین مسعود	75
لاشوں پر رقص (مضامین، انشائیے، کہانیاں) مریم خنساء	120
مسلمانوں کا فکری اغواء	150
نصابی صلیبیں	32
طاؤس ورباب	45
بدعت کیا ہے؟	32
رجب کے کونڈے، شب معراج	12
والفجر	8
ٹی وی گھر میں کیوں؟	25
نام اور القاب قرآن وسنت کی روشنی میں	60
تصویر ایک فتنہ	15
غیر مسلموں کی مصنوعات اور ہم	60
پتنگ بازی موسمی تہوار یا	15
شب برات	8
میلاد النبی منانا کیسا ہے؟	10

ویلنٹائن ڈے	10
کرکٹ	15
اپریل فول	8
مدحِ مزمل (نعتیہ کلام)	140
استخارہ کیوں اور کیسے	
ایمان کی ادنیٰ شاخ	15
حدود کی حکمت، نفاذ اور تقاضے قتلِ غیرت	30
مشکوک اشیاء سے پرہیز	25
لواء الجہاد (منظومات)	75
شاخِ گل	30
دعا اذکار اور انگلیاں	16
الماعون	
معمولی چیزوں کا لین دین	
نیا چاند اور ہماری روایات	
کسی دوسرے کا بچہ گود لینا	

معاشرتی موضوعات

بیوہ کی عدت	15
نسوانی بال اور ان کی آرائش	30
صنفِ مخالف کی مشابہت	18
اشیائے ضرورت کا معیار	30
منگنی اور منگیتر	18
غضِ بصر اور مرد حضرات	30
رشتے کیوں نہیں ملتے	27
بری اور برات	15

بہو اور داماد پر سسرال کے حقوق	25
دیور اور بہنوئی	18
عورت اور میکہ	24
ساس اور بہو	15
سوتیلی ماں اور اولاد	15
عورت وفات سے غسل و تکفین تک	12
مسائل طہارت اور خواتین	20
صلہ رحمی اور اس کے عملی پہلو	40
تقسیم وراثت اور ہمارا معاشرہ	15
چند آیات کی تفسیر اور اعمال صحابہ ؓ	27
محرم مرد اور ان کی ذمہ داریاں	24
مکاتیب مریم (مریم خنساء کے لکھے ہوئے خطوط)	140
خطوط مسعود (اہلیہ کے نام)	100
سیدہ خدیجہ ؓ بحیثیت زوجۃ النبی ﷺ	12
اعتکاف اور خواتین	15
حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں	25
حفظ حیا اور محرم رشتہ دار	25
مہر: بیوی کا اولین حق	23
پردہ اور خاندان	20
مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل	15
شادیوں کی رسومات، دعوتیں اور ان میں شرکت	25
عورت اور بازار	
بیویوں کے درمیان عدل	

ننھے بچوں کے لیے

آ بانکا! چاند (منظومات)	45
ممتا کے بول (لوریاں)	30
اسوۂ رسول اور کمسن بچے (ترمیم شدہ ایڈیشن)	100
ننھے حارث کا خواب	15
حروف کے درمیان مقابلہ بیت بازی	18
پیارے نبیؐ کے ردیف صحابہ (ساتھ سوار ہونے والے)	12
چوزہ کہانی	15
تاج پوشی	15
تین حروف	9
اور قطو نگر اجڑ گیا	15
شہادتین ..... توحید و رسالت	16
پورا تول	18
وہ چاول تھے	22
دو خط	14
رحمۃ اللعالمین کی جانوروں پر شفقت	12
اوں ہوں ......! (بچوں کے لیے کہانیاں)	60
بچے اور کھیل	24
شاہی قبا	65

خواتین کے لیے تربیتی کتب

بیوہ کی عدت	15	نسوانی بال اور ان کی آرائش	30
صنف مخالف کی مشابہت	18	اشیائے ضرورت کا معیار	30
منگنی اور منگیتر	18	غض بصر اور مرد حضرات	30
رشتے کیوں نہیں ملتے	27	بری اور برات	20
بہو اور داماد پر سسرال کے حقوق	25	دیور اور بہنوئی	18
عورت اور میکہ	24	ساس اور بہو	15
سوتیلی ماں اور اولاد	15	عورت وفات سے غسل وتکفین تک	12
مسائل طہارت اور خواتین	20	ستر وحجاب اور خواتین	25
نکاح کوئیز	25	صلہ رحمی اور اس کے عملی پہلو	40
تقسیم وراثت اور ہمارا معاشرہ	15	چند آیات کی تفسیر اور اعمال صحابہ ؓ	27
محرم مرد اور ان کی ذمہ داریاں	24	مکاتیب مریم (مریم خنساء کے لکھے ہوئے خطوط)	160
خطوط مسعود (اہلیہ کے نام)	100	سیدہ خدیجہ ؓ بحیثیت زوجۃ النبی ﷺ	15
اعتکاف اور خواتین	15	حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں	25
حفظ حیا اور محرم رشتہ دار	25	مہر: بیوی کا اولین حق	23
پردہ اور خاندان	25	مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل	15
شادیوں کی رسومات، دعوتیں اور ان میں شرکت	25	عورت اور بازار	18
بیویوں کے درمیان عدل	30	حج میں چہرے کا پردہ	10
عورت کا لباس	45		

مشربہ علم وحکمت
0300-4272553
تنظیم ٹاؤن ڈاکخانہ منصورہ ملتان روڈ لاہور